ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
27
www.tanzeem.org
23 تا 29 رجب المرجب 1431ھ/ 6 تا 12 جولائی 2010ء

ذرا غور تو کرو!

ذرا غور تو کرو، اس زمانہ میں کون سے وہ گناہ ہیں اور کون سے وہ کبائر ہیں جن میں ہماری قوم کی اکثریت مبتلا نہیں ہے۔ ذرا کلام الٰہی پڑھو اور تاریخ کو دیکھو، گزشتہ زمانوں میں کتنی قومیں تباہ و برباد ہوئی ہیں، انہی حرکتوں اور بدعملیوں سے جو آج کل رائج الوقت ہیں۔ ایک ایک حرکت اور کارنامہ اپنی قوم کا دیکھ لو کہ علانیہ کتنے گناہ کبیرہ کا رواج ہو رہا ہے۔ بازاروں میں، دفتروں میں، تجارت گاہوں میں، تعلیم گاہوں میں، تفریح گاہوں میں حتیٰ کہ گھر گھر میں لغویات رائج ہوگئی ہیں، جن کا نتیجہ یہ ہے کہ خاندانوں میں بدمزگی، آپس میں نااتفاقی، زن و شوہر میں نہیں بنتی، نہ ماں باپ کا احترام ہے، نہ بڑوں کا ادب۔ معلوم ہوتا ہے کہ چین و سکون سلب ہوگیا ہے۔ یہ بڑی عبرت کا مقام ہے۔ بڑے مطمئن ہیں کہ ہم سفید پوش ہیں۔ دفاتر میں ہمارا یہ منصب اور رتبہ ہے۔ تجارت گاہوں میں ہمارا اتنا سرمایہ ہے۔ بینک بیلنس بھرپور، رہنے کو کوٹھیاں ہیں، بنگلے ہیں، کاریں ہیں، یہ اور وہ ہے۔ یہ سب کچھ ہی پر یہ تو بتاؤ کہ تم انسان بھی ہو کہ نہیں؟ بڑے افسوس کی بات ہے۔ انسانوں کی سی بس صورت ہے، لیکن اعمال حیوانوں سے بدتر ہیں۔ غور کرو اور اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کے کھلے ہوئے احکامات کی کس بے باکی اور جرأت سے نافرمانی ہو رہی ہے اور معاشرہ میں کیسے گناہ کبیرہ ہو رہے ہیں۔ نہ عورتوں میں شرم و حیا ہے، نہ مردوں میں غیرت۔ عورتیں برہنہ عریاں لباس پہنے بازاروں میں گھوم رہی ہیں۔ نوجوان لڑکیاں آزاد، نوجوان لڑکے آزاد، کیا یہ سب علامات قیامت نہیں ہیں؟ اور کیا ان پر قہر خداوندی اور عذاب الٰہی کو دعوت دینا احادیث میں اللہ کے سچے رسول ﷺ نے نہیں بتلایا ہے؟

مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ

اس شمارے میں

فتنۂ قادیانیت

ایک عظیم خبر

دانائے راز

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی قرآن دوستی

حضرت خواجہ خان محمد مرحوم

سیالکوٹ: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی یاد میں منعقدہ سیمینار کی روداد

قادیانی ڈائریکٹر کا عجیب و غریب دعویٰ (ii)

قرآن اکیڈمی لاہور میں روح پرور تقریب

افغانستان پر حملہ کا کوئی جواز نہیں تھا

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

سورۃ التوبہ

(آیات 1 تا 6)

ڈاکٹر اسرار احمد

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝١ؕ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ
مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝٢ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْۗءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ڏ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ
وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝٣ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـــًٔا
وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝٤ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ
حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٥ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰي يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝٦ۧ

’’(اے اہل اسلام اب) اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے مشرکوں سے جن سے تم نے عہد کر رکھا تھا (اعلانِ) بے زاری ہے۔ تو (مشرکو، تم) زمین میں چار مہینے چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے اور یہ بھی کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔ اور حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اللہ مشرکوں سے بے زار ہے اور اس کا رسولؐ بھی (ان سے دستبردار ہے)۔ پس اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر نہ مانو (اور اللہ سے مقابلہ کرو) تو جان رکھو کہ تم اللہ کو ہرا نہیں سکو گے اور (اے پیغمبرؐ!) کافروں کو دُکھ دینے والے عذاب کی خبر سنا دو۔ البتہ جن مشرکوں کے ساتھ تم نے عہد کیا ہو اور انہوں نے تمہارا کسی طرح کا قصور نہ کیا ہو اور نہ تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد کی ہو تو جس مدت تک ان کے ساتھ عہد کیا ہو اُسے پورا کرو (کہ) اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔ جب عزت کے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور پکڑ لو اور گھیر لو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھے رہو۔ پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اس کو پناہ دو، یہاں تک کہ کلام اللہ سننے لگے، پھر اس کو امن کی جگہ واپس پہنچا دو۔ اس لئے کہ یہ بے خبر لوگ ہیں۔‘‘

سورۃ التوبہ کی یہ ابتدائی چھ آیات 9 ہجری میں نازل ہوئیں۔ اُس وقت مسلمانوں کا قافلۂ حج حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی قیادت میں حج پر روانہ ہو چکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیات دے کر حضرت علیؓ کو اپنے نمائندے کے طور پر مکہ روانہ کیا اور فرمایا کہ حج کے اجتماع میں جا کر یہ اعلان کر دو۔ کیونکہ عرب کا رواج تھا کہ کسی بڑی شخصیت کی طرف سے اتنا بڑا اعلان کوئی قریبی عزیز ہی کر سکتا تھا۔ چنانچہ قافلہ کہیں پڑاؤ پر تھا کہ حضرت علی ؓ پہنچ گئے۔ اُس وقت امیر حج حضرت ابوبکرؓ تھے۔ انہوں نے حضرت علی سے سوال کیا کہ آپ امیر بنا کر بھیجے گئے ہیں یا مامور؟ اگر آپ امیر بن کر آئے ہیں تو میں چارج آپ کو دیتا ہوں اور اگر مامور ہیں تو مجھے علم ہونا چاہیے۔ حضرت علی ؓ نے بات واضح کر دی کہ میں مامور بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ امیر الحج آپ ہی ہیں۔ البتہ ان آیات کا اعلان حضور ﷺ کی طرف سے میں ہی کروں گا۔ پس مکہ پہنچ کر حضرت علی ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ اعلان برأت کر دیا۔

وہ کفار جن سے غیر میعادی معاہدے تھے یعنی جن کی کوئی مدت مقرر نہیں تھی، اُن کی بابت فرمایا جا رہا ہے کہ اب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے یہ اعلان عام ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بیزار ہے۔ انہیں چار مہینے کی مہلت دی جا رہی ہے اور یہ مشرکین اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اللہ انہیں رسوا کر کے چھوڑے گا۔ اس کے بعد اُن سے مسلمانوں کا کوئی معاہدہ نہیں۔ یہ بالکل معقول بات ہے، کیونکہ یہ اقدام ایک ہی دن میں نہیں ہو رہا، بلکہ انہیں چار مہینے دیئے جا رہے ہیں۔ اور اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا یہ اعلان برأت حج اکبر کے موقع پر لوگوں کے سامنے کیا جا رہا ہے۔ یہاں حج اکبر سے مراد 9 ذوالحجہ کا حج ہے۔ یہ جو عام خیال ہے کہ جمعہ کے دن کا حج حج اکبر ہوتا ہے، بے بنیاد ہے۔ حقیقت یہ ہے عمرہ حج اصغر ہے اور حج حج اکبر ہے۔ وہاں اصغر اور اکبر اس لحاظ سے تھا۔ یہ اعلان حج کے موقع پر کیا گیا، تاکہ ہر کسی کو اس کی خبر پہنچ جائے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا مشرکین کے ساتھ اب کوئی معاہدہ نہیں۔ مشرکین پر یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ اُن کی بہتری اسی میں ہے کہ باز آ جائیں اور توبہ کر لیں۔ اگر وہ روگردانی کریں گے تو اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ انہیں بالآخر سرنگوں ہونا پڑے گا۔ لہٰذا اے نبیؐ اُن کفار کو دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔

وہ قبائل جن کے ساتھ میعادی معاہدے تھے، مثلاً ایک سال کا، چھ ماہ کا، انہیں اس اعلان سے مستثنیٰ رکھا گیا۔ اُن کی بابت فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! مشرکین میں سے جن کے ساتھ میعادی معاہدے ہیں اور انہوں نے شرائط معاہدہ کی پابندی کی ہے اور کسی طرح کی کمی بیشی نہیں کی اور نہ ہی تمہارے خلاف تمہارے دشمنوں کی مدد کی ہے تو اُن سے معاہدے کی مدت پوری کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کو پسند کرتا ہے۔ ہاں جب رعایت کے مہینے ختم ہو جائیں، یعنی غیر میعادی معاہدوں کے مطابق چار ماہ اور میعادی معاہدوں کی مقررہ مدت ختم ہو جائے گی تو پھر اُن معاہدوں کی تجدید (renewal) نہیں ہوگی۔

جب یہ امان کے مہینے گزر جائیں تو پھر مشرکوں کو جہاں بھی پاؤ قتل کرو، انہیں اور پکڑو اور اُن کا گھیراؤ کرو۔ ہاں اگر وہ توبہ کریں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ کھول دو کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

اگر ان مشرکین میں سے کوئی پناہ طلب کرے تا کہ آپ سے قرآن سنے تو اُسے پناہ دو۔ اور پھر انہیں ان کی امن کی جگہ پر پہنچا دو۔ یہ نہ ہو کہ وہیں کہو کہ اب فیصلہ کرو، قبول کرتے ہو یا نہیں کرتے، ورنہ تمہاری گردن اُڑاتے ہیں، تم اس کو اُسی کے گھر امن کی جگہ پہنچا دو۔ یہ اس لیے کہ مشرکین کو اتنا بڑا الٹی میٹم دے دیا گیا ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جنہوں نے اس جانب توجہ نہیں کی ہوگی کہ محمد (ﷺ) کیا کہہ رہے ہیں، کس بات کی دعوت دے رہے ہیں لہٰذا اُنہیں مہلت دی جانی چاہیے۔ تاکہ جو لوگ اب تک بے خبر اور غافل رہے ہیں اور انہوں نے اسلامی دعوت کے بارے میں سنجیدگی سے سوچا ہی نہیں، اُنہیں سوچنے سمجھنے کا موقع مل جائے۔

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتنۂ قادیانیت

مسلمان اقلیت میں ہونے کے باوجود ایک طویل عرصہ سے ہندوستان پر حکومت کر رہے تھے اور ہندو اکثریت اُن کی رعایا کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہی تھی۔ بالفاظِ دیگر مسلمان حکمران تھے اور ہندو غلام۔ مختلف مسلمان خاندانوں نے ہندوستان پر حکومت کی، جن میں آخری مغلیہ خاندان تھا۔ اورنگ زیب کے جانشین نااہل ثابت ہوئے جس سے ہندوستان کی مرکزی حکومت انتہائی کمزور ہو چکی تھی۔ جگہ جگہ شورشیں اور بغاوتیں جنم لے رہی تھیں اور مختلف علاقائی حکومتیں وجود میں آ چکی تھیں۔ یورپ اس وقت صنعتی دور میں داخل ہو چکا تھا اور ترقی و خوشحالی کی منازل بڑی تیزی سے طے کر رہا تھا۔ ہندوستان کی اتنی کمزور حالت دیکھ کر انگریزوں، فرانسیسیوں اور ولندیزیوں نے ہندوستان پر، جو اناج کے حوالہ سے سونے کی چڑیا کی حیثیت رکھتا تھا، قبضہ کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ انگریز اس کوشش میں کامیاب ہو گئے اور اُنہوں نے ہندوستان پر قبضہ کر لیا۔ انگریز کے ہندوستان پر قبضہ کرنے سے مسلمانوں کی بادشاہت اور حکمرانی جاتی رہی جبکہ ہندو کو کوئی فرق نہ پڑا۔ وہ پہلے مسلمانوں کا غلام تھا، اب نئی صورتِ حال میں وہ انگریزوں کا غلام ہو گیا۔ مسلمان عوام کی اکثریت نے غلامی کے اس طوق کو قبول نہ کیا۔ لہٰذا انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کی تحریکیں شروع ہوئیں۔ جہاد ایمان کا ایک اہم رکن ہے۔ علمائے کرام جب مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کو ابھارتے تھے تو انگریزوں کے لیے مسائل پیدا ہوتے تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی گمراہی میں غرق ہونے سے پہلے علماء میں ایک اچھا مقام رکھتا تھا۔ اُس نے عیسائی مشنریوں کو کئی مناظروں میں زبردست شکست دی تھی اور اس حوالہ سے مسلمانوں میں کافی مقبولیت حاصل کی تھی۔ اُس کا بیان بڑا منطقی اور مدلل ہوتا تھا۔ انگریزوں نے مرزا غلام احمد پر کام شروع کیا اور مختلف ترغیبات اور لالچ دے کر اُسے راضی کر لیا کہ وہ فتویٰ دے دے کہ آج کے دور میں اسلام میں جہاد معطل ہو چکا ہے، خصوصاً اس صورت میں کہ حکمران مسلمانوں کے نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے میں رکاوٹ نہ بن رہے ہوں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی گمراہی کا آغاز جہاد کے خلاف تقاریر اور تحریروں سے ہوا۔ اُس کی یہ گمراہی اس حد تک بڑھ گئی کہ اُس نے یہ شاعرانہ ہرزہ سرائی بھی کی ؎

”اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال　　　دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال“

جبکہ فرمان نبویؐ ہے کہ مسلمان تاقیامت جہاد کا فریضہ ادا کرتے رہیں گے۔ بہرحال انگریز نے اُس کی بھرپور مدد کی تو اُس کی اس گمراہی نے اُسے کئی نئی راہیں دکھلائیں، کبھی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا، کبھی نبوت کا دعویٰ کیا، کبھی خود کو حضور ﷺ کی ذات کا تسلسل قرار دیا اور کبھی معاذ اللہ محمدؐ ہونے کا دعویٰ کیا اور کبھی بروزی نبوت کا دعویٰ کیا۔ مرزا غلام احمد کا جھوٹ اُس کے ایک جگہ کھڑے ہونے اور کوئی ایک مضبوط موقف قائم کرنے میں رکاوٹ تھا۔ قادیانی مسلمانوں سے کبھی مخلص نہ تھے۔ پہلے پاکستان کے قیام کے خلاف سازشیں کرتے رہے اور بعد ازاں اُنہوں نے پاکستان کی سلامتی کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ انہوں نے اپنا ایک آفس تل ابیب میں کھول رکھا ہے، تاکہ یہودیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر سکیں۔ مسلمانوں نے پاکستان بنتے ہی اُنہیں اقلیت قرار دینے کی پرامن جدوجہد کا آغاز کر دیا تھا۔ 1953ء میں یہ جدوجہد ایک ملک گیر تحریک کی صورت اختیار کر گئی، جسے تشدد اور جبر سے دبا دیا گیا۔ لیکن بالآخر شہیدوں کا لہو رنگ لایا۔ 1974ء میں قادیانیوں کے خلاف ایک پُرامن تحریک چلی، جسے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے دبانے کی زبردست کوشش کی لیکن جب یہ تحریک اُسے اپنے اقتدار کے خاتمہ کی وجہ بنتی نظر آئی تو اُس نے یہ مسئلہ قومی اسمبلی کے حوالے کر دیا۔ اسمبلی میں اُس وقت کے قادیانی لیڈر مرزا ناصر محمود کو اپنا موقف پیش کرنے اور اُس کا دفاع کرنے کا بھرپور موقع دیا گیا۔ مرزا ناصر محمود سے پوچھا گیا کہ تم مرزا غلام احمد قادیانی کو کیا سمجھتے ہو تو اُس نے صاف صاف کہا کہ ہم اُسے نبی مانتے ہیں۔ اُن سے پوچھا گیا کہ جو اُنہیں نبی نہیں مانتے تو اُنہیں آپ کیا سمجھتے ہیں تو اُس نے بڑی بے باکی سے کہا کہ ہم اُنہیں کافر سمجھتے ہیں، گویا تمام

تا خلافت کی بِنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ　　لاہور

ندائے خلافت

جلد	23 تا 29 رجب المرجب 1431ھ	شمارہ
19	6 تا 12 جولائی 2010ء	27

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

مسلمان جو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتے اور کاذب سمجھتے ہیں وہ سب کافر ہیں۔ اِس جواب پر اسمبلی نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا۔ یہ 7 ستمبر 1974 کا مبارک اور تاریخی دن تھا جب اللہ اور رسول ﷺ کے دشمنوں کو، جو نقب لگا کر مسلمانوں کی صفوں میں گھسے ہوئے تھے غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ بعدازاں 1984ء میں امتناعِ قادیانیت آرڈیننس جاری کر کے اُن کی حیثیت کا صحیح صحیح تعین کر دیا گیا۔ اس آرڈیننس کے مطابق اِن قادیانیوں پر درج ذیل پابندیاں عاید کر دی گئیں۔

1۔ کوئی قادیانی خود کو بلاواسطہ یا بالواسطہ مسلمان نہیں کہہ سکتا اور اپنے عقیدے کو اسلام کا نام نہیں دے سکتا۔

2۔ وہ اپنے عقائد کی ایسی تبلیغ نہیں کر سکتا جس سے مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہوں۔

3۔ وہ اپنی عبادت کے لیے لگائی جانے والی پکار کو اذان نہیں کہہ سکتا۔

4۔ وہ اپنی عبادت گاہ کو مسجد نہیں کہہ سکتا۔

5۔ قادیانی امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، صحابہ، اہل بیعت اور امہات المومنین کی اصطلاحیں استعمال نہیں کر سکتے۔

6۔ وہ مسلمانوں کے کلمہ طیبہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کو نہ اپنی کسی عبادت گاہ پر تحریر کر سکتے ہیں اور نہ ہی بیج کی صورت میں سینہ پر آویزاں کر سکتے ہیں۔

یہاں ایک وضاحت بہت ضروری ہے۔ ایک اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ وہ اقلیتوں کی جان، مال اور عزت کا تحفظ کرے۔ وہ اُنہیں اپنے عقائد کے مطابق اپنی عبادت گاہوں میں عبادت کی سہولت فراہم کرے اور اُن کا تحفظ کرے۔ مسلمانوں کے عقائد کے مطابق اقلیتوں کی عبادت گاہوں کا تحفظ بالکل اُسی طرح لازم ہے جیسے مسجد کا تحفظ، لیکن اس کے لیے لازم ہے کہ وہ اقلیت اقرار کرے کہ وہ مسلمانوں سے الگ مذہب رکھتے ہیں۔ اگر کوئی گروہ یا جماعت یہ دعویٰ کرے کہ وہ مسلمان ہیں جبکہ وہ اسلام کی بنیادی شرائط کو ترک کر چکے ہوں، خصوصاً وہ ختم نبوت پر ایمان نہ رکھتے ہوں، آپؐ کے بعد نبوت کے ہر دعویدار کو کاذب اور لعنتی نہ سمجھتے ہوں تو ایسے شخص، گروہ یا جماعت کو اقلیت نہیں بلکہ مرتد کہا جائے گا اور مرتد کی سزا حدیثِ رسولؐ سے طے شدہ ہے، جسے بدلا نہیں جا سکتا، اگرچہ 1974ء کی قومی اسمبلی علماء سے مشورہ کے بعد یہ طے کر سکتی تھی کہ اس کا اطلاق آئینی ترمیم 1974ء کے بعد کسی مسلمان کے قادیانی ہونے پر کیا جائے گا۔ رہے وہ لوگ جو بڑی معصومیت سے کہتے ہیں کہ جب قادیانی بھی حضور اکرم ﷺ کو نبی مانتے ہیں تو ہم اُنہیں کافر اور مرتد کہنے پر اصرار کیوں کرتے ہیں تو اُنہیں جان لینا چاہیے کہ حضور کو خاتم النبیین ﷺ ماننا قرآنی حکم ہے اور نبی اکرم ﷺ کے دو صد کے قریب ایسے فرامین ہیں جن میں آپ نے اپنے آخری نبی ہونے کی بات بڑی وضاحت سے کی ہے اور ''لانبی بعدی'' کا اعلان ڈنکے کی چوٹ پر کیا ہے، جبکہ کاذب مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتابوں میں سینکڑوں بار نبوت اور رسالت کا دعویٰ کرتا ہے۔ ہم یہاں آپ کو صرف ایک حوالہ دیتے ہیں ''سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔'' (دافع البلا روحانی خزائن جلد 18، صفحہ 225/226) ختم نبوت کے حوالہ سے قرآن کے واضح حکم اور احادیث نبویؐ کی روشنی میں نبوت و رسالت کا دروازہ تاقیامت بند ہو چکا ہے۔ لہٰذا علمائے حق کا اجماع ہے کہ جو شخص اس میں نقب لگانے کی جسارت کرے گا وہ کاذب، فریبی اور لعنتی تصور ہوگا اور مسلمانوں میں سے کوئی اگر اُس پر ایمان لائے گا تو وہ مرتد قرار پائے گا۔

بیادِ مجلس اسرار

احیائے خلافت اور پاکستان کا مستقبل

نظام خلافت کیسے قائم ہوگا؟ کس تدریج سے قائم ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے پہلے اسے سرزمین عرب میں قائم کیا، پھر وہ تدریج کے ساتھ آگے پھیلتا چلا گیا۔ اب بھی کسی ایک ملک سے ہی اس کا آغاز ہوگا۔ یہ ملک کون سا ہوگا! ہم حتمی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن مسلمانوں کی گزشتہ چار سو سال کی تاریخ کے جائزے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کی سرزمین کو نظام خلافت کے احیاء کے لیے پسند فرمایا ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ گزشتہ چار سو سال کے دوران عالم اسلام کی تمام بڑی شخصیات برعظیم پاک و ہند میں پیدا ہوئیں۔ اس کے علاوہ اس خطے میں بڑی عظیم دینی تحریکیں اُٹھی ہیں۔

گیارہویں صدی ہجری میں مجدد اعظم شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کی شخصیت، بارہویں صدی میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی جیسی جامع صفات شخصیت، تیرہویں صدی میں سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ان کی تحریکِ شہیدین، چودھویں صدی میں مولانا محمود حسنؒ جیسی سیماب وش شخصیت اور دارالعلوم دیوبند کی عظیم تحریک، مولانا الیاسؒ جیسا مبلغ دین اور تبلیغی جماعت، مولانا ابوالکلام آزادؒ جیسا داعی قرآن، مولانا مودودیؒ مرحوم جیسا بلند پایہ مصنف و داعی، علامہ اقبالؒ مرحوم جیسا مفکر اور ترجمان القرآن —— اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسی برعظیم میں پاکستان جیسا ملک وجود میں آیا جو صرف اسلام کے نام پر قائم ہوا۔ یہ تمام واقعات محض اتفاقات قرار نہیں دیئے جا سکتے، بلکہ یہ اس بات کی جانب واضح اشارے معلوم ہوتے ہیں کہ اللہ کی حکمت میں اس علاقے کے لوگوں کو کوئی اہم کردار ادا کرنا ہے۔ ہم میں سے ہر مسلمان کی یہ خواہش اور آرزو ہونی چاہیے کہ یہ ''رتبۂ بلند'' ہمیں ملے، یہ سعادت ہمارے حصے میں آئے۔ لہٰذا ہمیں اس مقصد کے لیے کوشش کرنا چاہیے۔ احیائے خلافت کے لیے جدوجہد کرنا چاہیے۔ اس کے لیے ایک جماعتی نظم ناگزیر ہے۔ ہم نے اسی محنت اور کوشش کے لیے تنظیم اسلامی قائم کی ہے۔ آپ لوگ اگر اپنا تن، من اور دھن لگانے کے لیے تیار ہوں تو آگے بڑھیے، ہمارے دست و بازو بنئے، تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کیجیے! لیکن اگر ابھی ارادہ اتنا قوی نہیں ہے تو تحریک خلافت کے منشور کو عوام میں زیادہ سے زیادہ پھیلانے میں ہمارا ساتھ دیجیے۔

ایک عظیم خبر

”کہہ دو کہ وہ بڑی (ہولناک چیز کی) خبر ہے جس کو تم دھیان میں نہیں لاتے۔“

قیامت اور عقیدۂ آخرت کے حوالے سے فکر انگیز خطاب

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 25 جون 2010ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

[سورۂ ص اور سورۃ النباء کی چند آیات کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید کے دو مقامات سے چند آیات تلاوت کی ہیں۔ پہلا مقام 23 ویں پارے میں سورۂ ص کا آخری رکوع ہے، اور دوسرا مقام 30 ویں پارے کی پہلی سورت سورۃ النباء ہے۔ ان دونوں مقامات میں قیامت سے متعلق دو مشترک الفاظ آئے ہیں: ”نبأ عظیم“ یعنی بڑی خبر۔ آپ کو معلوم ہے کہ انبیاء کرامؑ غیب کی خبریں دینے آتے ہیں، وہ خبریں کہ جن تک ہمارے حواس کی رسائی نہیں۔ اگر ہمارا فکری سفر منطقی اصولوں پر ہو تو ہمیں وہاں تک نہیں پہنچا سکتا۔ ہم راستے ہی میں بھٹک جاتے ہیں۔ فلسفیوں نے عقل اور منطق ہی کی بنیاد پر تلاش حقیقت کا سفر کیا اور حقیقت مطلقہ (absolute reality) تک پہنچنے کی کوششیں کیں، مگر ٹھوکریں کھائیں۔ انہوں نے آسمانی وحی سے استفادہ کرنے کی بجائے اپنی عقل کو حقیقت تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا جس کی وجہ سے وہ ناکام ہوگئے۔ انبیاء کرام علیہم السلام غیب کی جو خبریں لے کر آتے ہیں، اُن کا ذریعہ وحی الٰہی ہوتا ہے۔ چنانچہ اُن کی خبریں ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہوتی ہیں اور حقیقت کا پتہ دیتی ہیں۔ ایک نبی غیب کی جو خبریں دیتا ہے وہ دراصل کائنات کے وہ اصل حقائق ہیں، جن تک پہنچنے میں فلسفی ٹھوکر کھا جاتا ہے۔ یہ حقائق ایمانیات ہیں۔ غیب کی اِن خبروں میں قرآن جس کو سب سے بڑی خبر قرار دیتا ہے، وہ آخرت کی خبر ہے۔ اللہ کا نبی اور رسول توحید کے بارے میں بھی خبر دیتا ہے، بلکہ اُس کی دعوت کا مرکزی نقطہ ہی توحید ہوتا ہے۔ اُس کی پکار اللہ کی بندگی کی پکار ہوتی ہے، تاہم اللہ کے بارے میں نبی کی دی گئی خبر بالکل نئی نہیں ہوتی، اِس لیے کہ انسان اللہ کے بارے میں پہلے سے کچھ نہ کچھ جانتا ہے۔ اس ”جاننے“ کا ثبوت عالم ارواح میں انسان سے لیا گیا عہد بندگی ہے۔ قرآن مجید اس عہد کا ذکر بایں الفاظ کرتا ہے:

﴿وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ١٧٢﴾ (الاعراف)

”اور جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی ان کی پیٹھوں سے ان کی اولاد نکالی تو ان سے خود ان کے مقابلے میں اقرار کرا لیا (یعنی ان سے پوچھا کہ) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ وہ کہنے لگے کیوں نہیں؟ ہم اس پر گواہ ہیں (کہ تو ہمارا پروردگار ہے۔ یہ اقرار اس لیے کرایا تھا) کہ قیامت کے دن (یوں نہ) کہنے لگو کہ ہم کو تو اس کی خبر ہی نہ تھی۔“

اس عہد کی بنا پر فطرتاً ہر شخص اللہ کو جانتا ہے اور اُس سے متعارف ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ساری دنیا کسی نہ کسی انداز سے اللہ کو مانتی آئی ہے۔ اگرچہ اُس تک پہنچنے میں کمی رہ گئی، تاہم کسی حد تک تعارف تو رہا ہے۔ خود مشرکین مکہ جو بے شمار قسم کے دیوی دیوتاؤں کو مانتے تھے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کو کائنات کا خالق تسلیم کرتے تھے۔ قرآن عزیز کہتا ہے:

﴿وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ٦١﴾ (العنکبوت)

”اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ اور سورج اور چاند کو کس نے (تمہارے) زیر فرمان کیا؟ تو کہہ دیں گے اللہ نے۔ تو پھر یہ کہاں الٹے جا رہے ہیں؟“

اللہ کا تعارف انسان میں وجدانی طور پر موجود ہے، لہٰذا وہ بالکل نیا تعارف نہیں ہے۔ قرآن مجید مختلف چیزوں کو اللہ کی نشانیاں قرار دیتا ہے۔ اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ اللہ کی ہستی کا شعور تمہارے اندر موجود ہے۔ اللہ کی اِن نشانیوں کو دیکھو گے، اِن پر غور کرو گے تو تمہیں اللہ یاد آ جائے گا۔ ظاہر ہے، یاد تازہ تبھی ہوتی ہے جب پہلے سے یادداشت میں موجود ہو۔

آخرت کا معاملہ اللہ سے تعارف کے معاملے سے مختلف رہا ہے۔ اِس کا بالعموم انکار کیا جاتا رہا ہے۔ آسمانی ہدایت سے محروم لوگوں نے ہمیشہ یہی سمجھا ہے کہ موت ہی زندگی کا اختتام ہے۔ چنانچہ مشرکین مکہ بھی بڑی ڈھٹائی سے کہتے تھے کہ اگر موت کے بعد زندگی کا کوئی وجود ہے، اور مرنے کے بعد جی اُٹھنا ہے تو ہمارے آباء واجداد کو ہمارے سامنے زندہ کر کے دکھاؤ۔ ورنہ ہم آخرت کو ہرگز نہیں مانیں گے۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جب ہماری ہڈیاں گل سڑ جائیں گی تو ہمیں دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا۔ یہ ناممکن ہے۔ اس اعتبار سے اصل خبر جو بہت بڑی غیب کی خبر ہے، وہ آخرت کی ہے۔ اس حوالے سے ہمیں آسمانی وحی پر یقین کرنا اور اللہ کے نبی کی بات پر ایمان لانا ہوگا۔ ہمارے پاس عقیدۂ آخرت کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

اگر ہم اپنا بغور جائزہ لیں، تو معلوم ہوگا کہ آج ہم مسلمانوں میں سے بیشتر وہ ہیں جو آخرت کا پختہ یقین نہیں رکھتے۔ آخرت کے بارے میں اُن کی ذہنیت بھی وہی ہے، جس کا نقشہ ایک سرمایہ دارانہ ذہنیت کے حامل شخص کے حوالے سے سورۃ الکہف میں کھینچا گیا ہے۔ ایک صاحب ایمان شخص ایک سرمایہ دار کو آخرت پر یقین کی تلقین کرتا ہے، مگر وہ یہ ماننے کو تیار نہیں۔ وہ کہتا ہے:

﴿وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَاۗىِٕمَةً ۙ وَّلَىِٕنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ٣٦﴾ (الکہف)

"اور میں یہ خیال نہیں کرتا کہ قیامت برپا ہوگی اور اگر میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا بھی گیا تو (وہاں) ضرور اس سے اچھی جگہ پاؤں گا۔"

یعنی اللہ نے یہاں مجھے اتنا کچھ دیا ہے، تو اس لیے کہ میں اس کا اہل ہوں، میرے اندر کوئی ہنر اور خوبی ہے۔ جن کو نہیں ملا اس لیے نہیں ملا کہ وہ اُس کے قابل ہی نہ تھے۔ وہ نالائق تھے، انہوں نے محنت نہیں کی، اس لیے آج جوتیاں چٹخاتے پھر رہے ہیں۔ میرے ساتھ یہی معاملہ آخرت میں بھی ہوگا۔ پہلے تو میرا خیال ہے کہ آخرت ہونی ہی نہیں۔ اگر ہوئی بھی تو وہاں مجھے اس سے بھی زیادہ ملے گا۔ قرآن مجید آخرت کا جو تصور دے رہا ہے، وہ اس سے بہت مختلف ہے۔ افسوس کہ ہم اس سے غافل ہیں۔ ہمارا تصورِ آخرت بھی عملاً وہی ہے جو اُن لوگوں کا ہے جو آخرت کے منکر ہیں اور دنیا ہی کو اصل حقیقت سمجھتے ہیں۔ اِس کی اصل وجہ "نبأ عظیم" آخرت کے حقیقی تصور سے بے خبری ہے۔

اب آیئے سورۃ ص اور سورۃ النباء کی تلاوت کردہ آیات کی طرف! سورۃ ص میں فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ﴾ (آیت:65)

"کہہ دو کہ میں تو صرف انذار کرنے (ڈرانے) والا ہوں۔"

نبی اور رسول کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں: ایک مبشر اور دوسری منذر۔ نبی اللہ کے نیک بندوں کو آخرت میں کامیابی کی بشارت دیتا ہے، اور بدکاروں اور سرکشوں کو عذابِ جہنم سے ڈراتا ہے۔ تاہم وہ اپنی دعوت کا آغاز "انذار" (ڈرانے) سے کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو بھی جب اللہ نے دعوت کا حکم دیا تو یہی فرمایا کہ انذار کیجیے۔ سورۃ المدثر میں فرمایا: ﴿یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝﴾ "اے (محمد ﷺ) جو کپڑا لپیٹے پڑے ہو، اٹھو اور ہدایت کرو۔ اور اپنے پروردگار کی بڑائی کرو۔" یعنی اے نبیؐ، اگرچہ آپ کو تبشیر بھی کرنا ہے، مگر یہ مرحلہ بعد میں آئے گا۔ اس وقت آپ قوم کو انذار کیجیے۔ یہ قوم بگڑی ہوئی ہے، اللہ اور آخرت کو بھولی ہوئی ہے۔ اسے معلوم ہی نہیں کہ آگے بہت بڑا خسارہ اور تباہی اِس کی منتظر ہے۔ لہٰذا اپنی قوم کو ڈرایئے، اُسے آنے والے ہلاکت خیز خطرے سے متنبہ کیجیے۔ انذار کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ سمجھنے والے سمجھ جاتے ہیں اور محتاط ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہم ایک کشادہ سڑک پر گاڑی چلا رہے ہوں۔ اچانک ہمیں روڈ سگنل دکھائی دے جس میں بتایا گیا ہو کہ آگے سڑک بہت تنگ اور خطرناک ہے۔ تو اِسے پڑھ کر ہم یقیناً محتاط انداز سے آگے بڑھیں گے۔ مبادا ہماری ذرا سی بے احتیاطی ہمیں ہلاکت میں ڈال دے۔ اللہ کا نبی اللہ کے بندوں کو اصل ہلاکت، ابدی خسارہ اور عذابِ الیم کی خبر دینے آتا ہے، کہ اگر باز نہ آؤ گے تو یہ تمہارا مقدر ہوگا۔ وہ خیر خواہی کے جذبے سے لوگوں کو آگ کے گڑھے میں گرنے سے بچانا چاہتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ "میری اور لوگوں کی مثال اس شخص کی ہے کہ جس نے آگ سلگائی۔ پس اس کے اردگرد روشنی پھیل گئی، تو پروانے اور وہ کیڑے جو آگ میں گرتے ہیں، اس میں گرنے لگے۔ وہ آدمی انہیں کھینچ کر باہر نکالنے لگا اور وہ اس پر غالب آ کر اس آگ میں گرے جاتے تھے۔ اس طرح میں تمہیں کمر سے پکڑ پکڑ کر آگ سے باہر کھینچتا ہوں اور تم ہو، کہ اس میں داخل ہوئے جاتے ہو۔"

قرآن حکیم میں آگے فرمایا:

﴿وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝﴾

(سورۃ ص)

"کہہ دو کہ میں تو صرف ہدایت کرنے والا ہوں اور خدائے یکتا اور غالب کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو آسمانوں اور زمین اور جو مخلوق ان میں ہے سب کا مالک ہے، غالب (اور) بخشنے والا۔"

اس کے بعد پھر بڑی خبر کا ذکر آیا ہے:

﴿قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ۝ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ۝﴾

"کہہ دو کہ یہ ایک بڑی (ہولناک چیز کی) خبر ہے۔ جس کو تم دھیان میں نہیں لاتے۔"

یعنی میں تمہیں جس آخرت کے عذاب سے ڈرا رہا ہوں، وہ بہت بڑی خبر ہے۔ مگر تم پر افسوس ہے کہ تم اس سے اعراض کر رہے ہو، اس پر توجہ ہی نہیں دے رہے ہو، ایک کان سے سُن کر دوسرے سے اُڑا دیتے ہو۔ آج یہی معاملہ ہمارا بھی ہے۔ ہمیں بھی جو شخص قیامت کی خبر دے گا، اُس کے بارے میں کہیں گے کہ یہ کسی اور عالم میں بستا ہے۔ آسمان کی باتوں کو چھوڑو، دنیا کی باتیں کرو۔

یہ تو عظیم خبر کے بارے میں سورۂ ص کا بیان تھا۔

اِس بارے میں سورۃ النباء میں فرمایا:

﴿عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝﴾

"(یہ) لوگ کس چیز کی نسبت پوچھتے ہیں؟ (کیا) بڑی خبر کی نسبت؟ جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں۔"

یہ کفار کس چیز کے بارے میں ایک دوسرے سے چہ مگوئیاں کر رہے ہیں۔ یہ اتنے ظالم ہیں کہ ایک دوسرے سے نیز پیغمبر اسلام اور مومنین سے ازراہ استہزا سوال کرتے ہیں کہ ہاں صاحب! وہ قیامت کب آئے گی۔ اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے۔ فرمایا، جانتے ہو یہ کس چیز کی نسبت یہ سوال کر رہے ہیں۔ وہ بہت عظیم الشان خبر ہے، جس کے معاملے میں یہ اختلاف میں پڑے ہوئے ہیں اور طرح طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔

﴿كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝﴾

"دیکھو یہ عنقریب جان لیں گے۔ پھر دیکھو یہ عنقریب جان لیں گے۔"

اس وقت یہ جتنا چاہیں انکار کرلیں، تمسخر اُڑائیں، مذاق اُڑائیں، لیکن بہت جلد ان پر حقیقت آشکارہ ہو جائے گی۔ قیامت بہت قریب ہے، جب آئے گی تو اُن کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ یاد رہے کہ ایک قیامت کبریٰ ہے، جس کے بارے میں عام طور پر ہم سوچتے ہیں کہ اُس کے آنے میں اور ہم میں بہت زمانی فاصلہ ہے۔ اگرچہ تینوں آسمانی مذاہب اس پر متفق ہیں کہ دنیا کا خاتمہ قریب ہے۔ انسانیت کا سفر اپنے اختتام کو پہنچا چاہتا ہے۔ چنانچہ قربِ قیامت کے حالات کے بارے میں انبیاء کرامؑ نے جو پیشین گوئیاں کی تھیں، وہ سب کی سب سامنے آ رہی ہیں۔ حضور ﷺ کی دی ہوئی خبریں مجسم حقیقت بن کر سامنے آ چکی ہیں۔ لیکن پھر بھی ہم سوچتے ہیں کہ ابھی حضرت مہدی کا ظہور ہوگا، دجالی فتنہ برپا ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے، یاجوج ماجوج آئیں گے۔ لہٰذا قیامت ابھی بہت دور ہے۔ لیکن ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ انسان کی موت بھی تو اُس کے لیے قیامت ہے۔ کریم ﷺ نے فرمایا: ((من مات فقد قامت قيامة)) "جو مر گیا، اُس کی قیامت تو واقع ہو گئی۔" اس لیے کہ موت کے وقت بھی آدمی پر بہت سی چیزیں منکشف ہو جائیں گی۔ اُسے معلوم ہو جائے گا کہ میں ہی غلط تھا۔

"نبأ عظیم" اور آخرت کے حوالے سے جو اصل خبر ہے، وہ صرف یہی نہیں کہ ایک عالم یہ ہے اور ایک عالم اور ہوگا، جو اس دنیا سے بہت بڑھ کر ہوگا، بلکہ اس کا حصہ یہ بھی ہے کہ یہ دنیا جسے ہم اصل زندگی سمجھ بیٹھے ہیں، یہ محض ایک امتحانی وقفہ ہے۔ یہ طویل سفرِ حیات کا ایک بہت چھوٹا سا حصہ ہے۔ اتنا چھوٹا، اتنا حقیر، اتنا ناپائیدار اور اتنا غیر یقینی کہ کسی کو یہ بھی نہیں معلوم کہ کب اُس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ آپ اس زندگی کے حوالے سے

کوئی یقینی پلاننگ نہیں کر سکتے۔ وہ شخص سخت نادان ہے کہ جو جوانی میں غفلت اور گناہوں کی زندگی بسر کرتا ہے، اور یہ خیال کرتا ہے کہ بوڑھا ہو گیا تو توبہ کرلوں گا۔ کیا اُسے معلوم ہے کہ وہ کل تک جئے گا بھی۔ کیا وہ یہ گارنٹی لے کر آیا ہے کہ اُسے کل کا سورج دیکھنا بھی نصیب ہوگا۔ اِس امتحان زندگی میں ناکامی ناقابل تلافی خسارے کی موجب ہوگی۔ اِس ناکامی کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ پروموشن رک جائے گی، بلکہ اس امتحان میں کامیابی اور ناکامی فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے نتیجے میں یا تو دائمی جنت ملے گی اور اگر ناکام ہو گئے تو خوفناک جہنم مقدر بنے گی۔ لہٰذا اس امتحان کے حوالے سے ہمارے پاس خطرہ مول لینے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ ہے وہ عقیدۂ آخرت اور "عظیم خبر" جو نبی کے ذریعے لوگوں تک پہنچتی ہے، اور جس پر وہ اُنہیں ایمان کی دعوت دیتا ہے۔

آخرت کا صحیح یقین دل میں راسخ ہو جائے تو انسان کے شب و روز بدل جاتے ہیں۔ اُس کی سوچ یکسر تبدیل ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے، جب دل میں یہ یقین ہو کہ دنیا امتحان گاہ ہے اور یہاں میرا امتحان ہو رہا ہے تو پھر آدمی کی ساری کدو کاوش اس بنیاد پر ہوگی کہ اس سے مجھے آخرت میں کیا فائدہ پہنچے گا۔ وہ آخرت کے لیے اعمال کا سرمایہ اکٹھا کرے گا۔ وہ یہی سوچے گا کہ یہاں جیسے بھی میری گزر اوقات ہو، کسی نہ کسی طرح آخرت کے خسارے سے بچ جاؤں، وہاں جنت حاصل کرلوں۔ اس کو ایک مثال سے بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ ہمارے ہاں مڈل کلاس سے تعلق رکھنے والے لوگ ملازمت کے لیے مڈل ایسٹ جاتے ہیں۔ وہ لوگ وہاں جو انداز زندگی اپناتے ہیں اُس میں ہمارے لیے بڑا سبق ہے۔ وہ وہاں زیادہ سے زیادہ کماتے اور کم سے کم خرچ کرتے ہیں۔ اُن کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ پیسہ بچایا جائے کیونکہ ہمیں واپس پاکستان جانا ہے۔ اگر یہاں عیاشیاں کیں تو پاکستان میں ہمیں اور ہمارے اہل خانہ کو آسودگی حاصل نہ ہو سکے گی۔ اگر آخرت پر ہمیں پختہ یقین ہو جائے تو دنیا کے حوالے سے ہمارا بھی یہی طرزِ عمل ہوگا جو دیارِ غیر میں اِن ملازمت کرنے والوں کا ہوتا ہے۔ ہمارے اندر یہی سوچ ہوگی کہ جیسے بھی ہو آخرت کے لیے سامان کریں، وہاں کے بنک کے لیے نیکیوں کا سرمایہ اکٹھا کریں۔ اِس لیے کہ ہمارا اصل اثاثہ وہاں کے لیے جمع کیا ہوا مال ہے۔ یہ بات نبی کریم ﷺ نے ہمیں مختلف اسالیب سے سمجھائی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ ایک مرتبہ صحابہؓ نے یا اہل بیتؓ نے ایک بکری ذبح کی۔ جب اس کا گوشت تقسیم ہو چکا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اس میں سے کیا باقی رہ گیا ہے؟" حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ بجز شانہ کے اور کچھ باقی نہیں رہا (یعنی اس کا سب گوشت تقسیم کر دیا ہے صرف شانہ باقی رہ گیا ہے) آپؐ نے فرمایا: "بجز شانہ کے اور سب باقی ہے۔" (رواہ الترمذی)

حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں چند سواروں کے ہمراہ نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔ اتنے میں آپؐ ایک بکری کے مردہ بچہ پر گزرے جو راہ میں پھینک دیا گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: "دیکھو، تم جانتے ہو کہ یہ اپنے مالک کے نزدیک حقیر ہے؟" لوگوں نے کہا بے شک، تب ہی اس کو پھینک دیا۔ آپ نے فرمایا: "قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جتنا یہ اپنے مالک کے نزدیک ذلیل ہے۔" (ابن ماجہ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا مونڈھا پکڑ کر فرمایا: "تم دنیا میں اس طرح رہو گویا تم مسافر ہو یا راستہ طے کرنے والے ہو" اور ابن عمر کہتے ہیں کہ جب شام ہو جائے تو صبح کا انتظار نہ کرو، اور جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کرو اور اپنی صحت کے اوقات سے اپنی مرض کے اوقات کے لیے حصہ لے لو اور اپنی حیات کے وقت سے پہلے اپنی موت کے لیے کچھ حصہ لے لو۔" (رواہ البخاری)

ایمان بالآخرۃ کے نتیجے میں آدمی میں یہ سوچ بھی پیدا ہوتی ہے کہ میرے پاس مال کی فراوانی بھی فتنہ اور آزمائش ہے۔ وہ فکر مند ہوتا ہے کہ اللہ نے مجھے زیادہ دے کر زیادہ سخت امتحان میں ڈال دیا ہے، اور دُعا کرتا ہے کہ پروردگار مجھے اس آزمائش سے دور رکھ۔ قرآن و سنت ہمیں یہی بتاتے ہیں کہ دنیا میں مال کی فراخی یا تنگی دونوں ابتلا و امتحان کے لیے ہیں، لیکن ہم بالعموم زیادہ ملنے پر خوشی سے پھولے نہیں سماتے اور اگر ہاتھ تنگ ہو جائے تو اللہ سے شکوہ و شکایت کرنے لگتے ہیں، گویا کہ ہم تباہ و برباد ہو گئے۔ اللہ نے انسان کی اس کیفیت کو سورۃ الفجر میں شکوے کے انداز میں بیان کیا ہے۔

﴿فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ﴿١٥﴾ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ﴿١٦﴾﴾ (الفجر)

"مگر انسان (عجیب مخلوق ہے کہ) جب اس کا پروردگار اس کو آزماتا ہے کہ اسے عزت دیتا اور نعمت بخشتا ہے تو کہتا ہے کہ (آہا) میرے پروردگار نے مجھے عزت بخشی۔ اور جب (دوسری طرح) آزماتا ہے کہ اس پر روزی تنگ کر دیتا ہے تو کہتا ہے کہ (ہائے) میرے پروردگار نے مجھے ذلیل کر دیا۔"

حالانکہ اگر دیکھا جائے تو جسے زیادہ ملا ہے وہ زیادہ سخت آزمائش میں پڑ گیا۔ اس لیے کہ مال و دولت کے بارے میں اُس سے یہ پوچھا جائے گا کہ کیسے حاصل کی، حلال ذرائع سے کمائی یا حرام سے، پھر یہ کہ اِسے کن کاموں میں خرچ کیا۔ مال و دولت کی آزمائش سخت اس لیے بھی ہے کہ بسا اوقات اِس کی بنا پر آدمی اللہ اور آخرت کو بھول جاتا ہے۔ بہر حال ہمیں یہ بات دل میں بٹھا لینی چاہیے کہ نہ تو مال و دولت کی فراخی اللہ کی نگاہ میں صاحب کرامت ہونے کا مظہر ہے اور نہ ہی تنگدستی اُس کی نظر میں کم تر اور ذلیل ہونے کی نشانی ہے۔ انسان کی یہ دونوں حالتیں امتحان کی ہیں۔ تاکہ اللہ یہ دیکھے کہ میرا بندہ فراخی اور تنگدستی کی حالتوں میں کیا روش اپناتا ہے۔

افسوس کہ آج مسلمان کا تصور آخرت تقریباً انہی لوگوں کا سا ہو گیا ہے جو آخرت کو نہیں مانتے۔ دنیا ہی کی کامیابی اُن کی بھی نگاہ میں اصل کامیابی ہے۔ وہ بھی یہی سمجھتے ہیں کہ اللہ نے جو صلاحیتیں دی ہیں، اُن کے ذریعے دنیا کماؤ۔ اپنے بچوں کو بچپن ہی سے یہ سکھایا جاتا ہے کہ تمہاری اصل کامیابی یہ ہے کہ دنیا میں نام پیدا کرو، اپنے شعبے میں آگے سے آگے بڑھو۔ فکر آخرت نہ والدین کو ہوتی ہے، اور نہ ہی اولاد کو اِس کی یاد دہانی کروائی جاتی ہے۔ ہمیں تو دنیا پرستی سے منع کیا گیا ہے۔ قرآن کہہ رہا ہے کہ دنیا متاع فریب ہے۔ رازق اللہ تعالیٰ ہے۔ دنیا بنانے کے لیے اپنی عاقبت برباد نہ کرو۔ تمہارا اصل مسئلہ نار جہنم سے رہائی ہے۔ لہٰذا خود اپنے آپ کو بھی اُس آگ سے بچاؤ اور اپنے اہل خانہ کو بھی جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ بچوں کے ساتھ سچی خیر خواہی کا یہی تقاضا ہے۔ دنیا میں اُنہیں کیا رزق ملنا ہے، وہ ہمارے ذمہ ہے۔ یہ تمہارا مسئلہ نہیں۔ تم آخرت سنوارنے کی فکر کرو۔ افسوس کہ ہم نے سب سے بڑا مسئلہ اس دنیا کو سمجھ رکھا ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت کی فکر اور اُس کے لیے تیاری کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

دانائے راز

طارق انوار

''ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی جانب ہم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ نہ کوئی خیر اللہ کی توفیق کے بغیر وجود میں آسکتا ہے نہ ہی کوئی اس کے اذن کے بغیر ظاہر ہوسکتا ہے۔ اور ہر انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی ہو۔''

یہ اقتباس ممتاز عالم دین، اسلامی سکالر اور خادم قرآن ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کی تصنیف ''استحکام پاکستان'' کے پیش لفظ سے لیا گیا ہے جو مارچ 1986ء میں شائع ہوئی تھی جس کے بعد ان کی خطابت اور زورِ قلم بڑھتا چلا گیا۔ آپ کی 100 سے زائد کتابیں شائع ہوئیں۔

محترم ڈاکٹر صاحب کسی دینی درس گاہ کے فارغ التحصیل نہ تھے۔ وہ مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا امین احسن اصلاحی سے متاثر تھے اور انہیں ان جید علماء سے قرآن و حدیث اور علمی فیض حاصل کرنے کا موقع ملا۔ انہوں نے ذاتی لگن اور کاوش سے عربی زبان وادب پر دسترس حاصل کی اور شب و روز محنت سے درس قرآنی کے ذریعہ قرآن مجید کی تفہیم اور تشریح پر اپنی توجہ مرکوز رکھی۔ ان کا اندازِ بیان نہایت عام فہم اور دلنشین تھا اور وہ بڑی متانت اور شائستگی کے ساتھ مدلل گفتگو کرتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب علامہ اقبال سے بھی گہری عقیدت رکھتے تھے اور مفکر پاکستان کے دلوں کو گرما دینے والے اشعار کے ذریعہ سامعین اور ناظرین کو محظوظ اور اصلاحِ احوال کی جانب متوجہ کرتے۔

یہ مشیت ایزدی اور ڈاکٹر صاحب مرحوم کی نیت کا ثمر تھا کہ جدید سائنسی علوم سے بہرہ مند ایک میڈیکل گریجویٹ (MBBS) اپنی پریکٹس چھوڑ کر غلبہ و اقامت دین کی راہ پر چل نکلا اور خادم قرآن بن کر زندگی کی آخری سانس تک پیرانہ سالی اور خرابیٔ صحت کے باوجود رجوع الی القرآن کے لیے سرگرم عمل رہا۔ دین کی دعوت اور تبلیغ ان کی زندگی کا مقصد اور مطمح نظر تھا، جس کے لیے وہ تنظیم اسلامی اور تحریک احیاءِ خلافت کے ذریعہ نہایت جرأت و استقامت کے ساتھ قرآن و حدیث کی روشنی میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خوشنودی اور رضا، جناب نبی پاک ﷺ کی اطاعت اور مخلوق کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

ڈاکٹر اسرار مرحوم ایک معالج کے ناتے یہ سمجھنے اور سمجھانے میں کامیاب رہے کہ مسلمانوں کی ہر حاجت، بیماری و دکھ کی شفا اور کامیابی نسخۂ کیمیا میں مضمر ہے۔ پھر دینی اعتبار سے تنزّل و انحطاط کا علاج قرآن حکیم اور سیرت نبویؐ کے ذریعہ کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین، تابعین، تبع تابعین اور بزرگان دین کے حالات زندگی سے بھی ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ دین اور دنیا کے تمام معاملات میں قرآن پاک اور حدیث نبویؐ سے رہنمائی اور استفادہ کرتے تھے۔ علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے ۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مؤمن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآں

ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم خیر خواہی کے جذبہ سے سرشار تھے اور ایک بزرگ اور اُستاد کی ناصحانہ شفقت اور شدت سے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت اور اصلاح و تعمیر کے خواہاں تھے۔ وہ ایک ایسی نسل سے تعلق رکھتے تھے جنہوں نے بحیثیت طالب علم تحریک پاکستان میں حصہ لیا۔ وہ ارضِ پاکستان کو اسلامی اقدار اور روایات کے تحت پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتے تھے۔ ان کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا مگر اس میں وہ اپنا بھرپور حصہ ڈال گئے، حق مغفرت کرے۔

ان کا مشن جاری ہے اور رہے گا اور بقول اقبال ۔

شبنم افشانی مری پیدا کرے گی سوز و ساز
اس چمن کی ہر کلی درد آشنا ہو جائے گی

ڈاکٹر صاحب مرحوم نے 1972ء میں انجمن خدام القرآن قائم کی۔ پھر 1975ء میں تنظیم اسلامی کا قیام عمل میں آیا جو اب ایک تناور درخت ہے۔ اس کی ایک حیثیت اور پہچان بن چکی ہے۔ تنظیم کا فکر اور اس کی امتیازی سوچ لوگوں کے علم میں ہے، جس میں بڑا رول ماہنامہ ''میثاق'' کا ہے جو مکتبہ خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ ماہنامہ میثاق کا اجراء 1959ء میں معروف عالم دین اور صاحب تدبر قرآن مولانا امین احسن اصلاحی نے کیا تھا۔ جولائی 1966ء میں اس پرچے کی ادارت و اشاعت کی ذمہ داری مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم کے ایما پر ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم نے سنبھالی۔ ماہنامہ میثاق اپنے اجراء کے پچاس سال مکمل کر چکا ہے۔

ایک ادنیٰ قاری اور سامع کی حیثیت سے راقم کا ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم سے پہلا رابطہ 1978ء میں اپنے ایک عزیز دوست اور پی آئی اے کے ساتھی عبدالرزاق صاحب کے توسط سے ہوا، جب انہوں نے ایک روز یہ پوچھا کہ آپ کے پاس کیسٹ پلیئر ہے؟ اس زمانہ میں آج کل کے موبائلز کی طرح ٹرانسسٹر ریڈیو تو عام تھا مگر کیسٹ پلیئر عام نہ تھے۔ میں نے کہا: جی ہاں، تو برادرم عبدالرزاق صاحب نے مجھے محترم ڈاکٹر صاحب مرحوم کی ایک کیسٹ دی کہ یہ سن کر انہیں واپس کر دی جائے۔ میں سنتا اور سر دھنتا چلا گیا۔ اور یہ نتیجہ اخذ کرنے میں دیر نہ لگی کہ

ع جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتح زمانہ

عاریتاً ملنے والی ڈاکٹر صاحب کی تقاریر کی آڈیو کیسٹس اور بعد میں ماہانامہ میثاق کے ذریعہ ان کے ساتھ ایک روحانی اور قلبی تعلق اور ان کی تحریر و تقریر سے مستفید ہونے کا سلسلہ جاری رہا اور ان شاء اللہ جاری رہے گا۔ ابتدا میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کے نیازمند اور مداح ان کی تقاریر کی کیسٹس کے ذریعہ (برادرم عبدالرزاق کی طرح) نشر و اشاعت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ آج ٹی وی پروگراموں اور آڈیو ویڈیو CDs اور DVDs کے ذریعہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کو دیکھنے اور سننے کے ذرائع اور مواقع موجود ہیں۔ ضرورت صرف جذبہ اور شوق کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سوچنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی طلب عطا فرمائے۔ (آمین)

ماہنامہ میثاق کے علاوہ ہفت روزہ 'ندائے خلافت'' سہ ماہی ''حکمت قرآن'' اور دیگر تصانیف ہر خاص و عام کو دعوت مطالعہ دیتی ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم نے ماہنامہ میثاق کی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر اپنے خصوصی پیغام کے سلسلے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا جسے ماہنامہ میثاق لاہور کے شکریہ کے ساتھ شامل مضمون کیا جا رہا ہے۔

''خصوصی پیغام تو میرا وہی ہے جو میں نے بالکل اپنی

جوانی میں سیکھا تھا اور جس پر الحمدللہ میں آج تک عمل پیرا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ہمیں سمجھنا چاہیے کہ ہمارے دین کے ہم سے تین بنیادی تقاضے ہیں۔ سب سے پہلا تقاضا یہ ہے کہ اپنی انفرادی زندگی میں شریعت اسلامی کی پوری پابندی کریں اور بندگیٔ رب کا حق ادا کریں۔ اس کے بعد بحیثیت اُمتِ مسلمہ ہمارا فرض بنتا ہے کہ دین کی دعوت وتبلیغ میں اپنا وقت، صلاحیت اور قوت صرف کریں۔ پھراس کے بعد دین کو ایک نظام کی حیثیت سے بالفعل قائم کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہو جائیں، تاکہ دنیا کے سامنے اس کی ایک مثال آئے کہ اسلام کیا تعلیمات دیتا ہے، جو آج کہیں نہیں ہے۔ تواصل میں جب تک ہم اپنا مقصدِ زندگی اس کو نہیں بنائیں گے کہ ہم نے دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنی ہے، دین کے بنیادی تقاضے پورے نہیں ہوں گے۔

یہ کام ایک انقلابی جدوجہد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس کے لیے لازم ہے کہ پہلے ایک مضبوط اور منظم جماعت ان لوگوں کی وجود میں آئے جن کے دلوں میں یقین والا ایمان موجود ہو اور عمل میں شریعت موجود ہو۔ وہ لوگ پھر کسی سے بیعت کر کے ایک تنظیم کی شکل اختیار کریں۔ چنانچہ میں نے ایک قافلہ تنظیم اسلامی کے نام سے قائم کیا ہے۔ اس کے بارے میں ہر شخص کو سوچنا چاہیے۔ اس لیے کہ اقامت دین کی جدوجہد کے بغیر دین کے تقاضے پورے نہیں ہوسکتے۔"

ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم نہ صرف یہ سمجھتے بلکہ اس کا برملا اظہار بھی کیا کرتے تھے کہ ہماری عظیم اکثریت کا دین و مذہب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ دین و مذہب سے دلچسپی رکھنے والے لوگوں کی بھی غالب اکثریت کا تصور مذہب نہایت محدود ہے اور مسخ شدہ بھی۔ جبکہ وسیع تر تصور کے حامل لوگوں کی اکثریت خود کچھ کرنے کو تیار نہیں۔ تاہم وہ پرامید تھے کہ اسلامی انقلاب جو ہمارے قومی و ملی وجود کے جملہ عوارض و امراض کے ازالے اور معالجے اور پاکستان کی بقا و استحکام کے لیے لازمی و ناگزیر ہے، ضرور برپا ہوگا، یہی پاکستان کے استحکام کا واحد ذریعہ ہے۔ بقول علامہ اقبال ؎

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

☆☆☆

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی قرآن دوستی

جبار مرزا

قرآن حکیم میں اگرچہ بے شمار سائنسی معلومات ہیں لیکن پھر بھی یہ سائنس کی کتاب نہیں ہے، نہ ہی یہ فلسفہ کی کتاب ہے۔ قرآن مجید میں سائنسی معلومات سے متعلق آیات کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان خالق کائنات کی صناعی کو سمجھتے ہوئے اس کی قدرت کا صحیح ادراک کر سکے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنی ساری عمر قرآن کی عظمت، اس کے نزول کے مقاصد بیان کرتے اور یہ کہتے گزار دی کہ قرآن حکیم بنیادی طور پر ہدایت کی کتاب ہے، جس کا مقصد انسان کو دنیا و آخرت میں کامیابی سے ہمکنار کرنا ہے۔

برصغیر میں سب سے پہلے قرآن مجید کی جن حکمت آفرینیوں پر شاہ ولی اللہ نے توجہ مبذول کروائی تھی اور پھر علامہ اقبال نے اپنی کتاب "اسلام میں مذہبی نظریات کی تشکیل نو" میں جس بات کو آگے بڑھایا تھا، ڈاکٹر اسرار احمد اسی تسلسل کا ایک حصہ تھے۔ وہ نہ صرف بولتا ہوا قرآن لوگوں تک پہنچاتے رہے بلکہ وہ قرآن سے محبت کرنے والوں کا ذکر بھی بڑی عقیدت سے کیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی مستقبل کی آئیڈیالوجی کے وہ بڑے معترف تھے۔ فرانسیسی ڈاکٹر موریس بوکائے کی بیالوجی اور ایمبریالوجی کے میدان میں قرآن سے رہنمائی لے کر ثابت کرنا کہ قرآن مجید کی کوئی آیت سائنس کے خلاف نہیں، کو بھی ڈاکٹر اسرار احمد ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھتے رہے۔

میری ڈاکٹر اسرار احمد سے دو تین ملاقاتیں ہوئیں۔ میں ان سے جب بھی ملتا انہیں سنتا ہی رہتا۔ وہ ممتاز ایٹمی سائنس دان ڈاکٹر سلطان بشیر الدین محمود کے گھر اسلام آباد میں کبھی کبھی قرآن پر لیکچر دینے آیا کرتے تھے!! ڈاکٹر بشیر الدین محمود نے جب 1987ء میں اپنی کتاب "قیامت اور حیات بعد الموت" لکھی تو ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا کہ "جناب سلطان بشیر الدین محمود نے اپنی کتاب میں سائنس ہی کے ذریعے ثابت کیا ہے کہ سائنس دراصل قرآن حکیم سے بہت پیچھے ہے"۔ ڈاکٹر اسرار احمد کے ان حوصلہ افزا جملوں ہی کا فیض ہے کہ آج ڈاکٹر سلطان بشیر الدین محمود ایک درجن سے بھی زیادہ کتابوں کے مصنف ہیں۔ وہ قرآن کی ترویج و تفسیر میں ڈاکٹر اسرار احمد کو آئیڈیل بنائے ہوئے ہیں۔

13 اور 14 اپریل کی درمیانی شب جب ڈاکٹر اسرار احمد کے وصال کی خبر ملی تو میں نے ڈاکٹر بشیر الدین محمود صاحب کو فون کر کے تعزیت کی تو انہوں نے کہا کہ "مرزا صاحب، میرے لئے زندگی میں اس سے بڑھ کر اور فخر کا مقام کیا ہو سکتا ہے کہ آپ نے میری عزت افزائی کرتے ہوئے مجھے ڈاکٹر اسرار احمد جیسے عظیم انسان کے دوستوں میں شمار کیا ہے۔ یقیناً ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی مشفقانہ اور دوستانہ رہنمائی حاصل نہ ہوتی تو شاید میں قرآن پر اتنا کام نہ کر سکتا جو کر گزرا ہوں"۔

ڈاکٹر اسرار احمد کی زندگی قرآن و حدیث اور علامہ اقبال کی شاعری کے حوالے میں گزر گئی۔ وہ اپنے ایک مضمون "پاکستان کی بقا اور اسلام" میں لکھتے ہیں "ہماری موجودہ نسل میں غیرت و حمیت اور عزت نفس اور خودداری کے احساسات کے فقدان کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کی خلاف ورزی کی سزا کے طور پر (الاماشاءاللہ) پوری قوم عملی نفاق میں مبتلا ہو چکی ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ تحریک پاکستان کے عوامی اور جذباتی دور میں پورا برصغیر اس نعرے سے گونج اٹھا تھا کہ "پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ"

(بشکریہ روزنامہ "جنگ")

علمائے اہل حق کے سرتاج سلطان الاولیاء

حضرت خواجہ خان محمد قدس سرہٗ العزیز

حکیم عبدالحیٔ عابد

عالم اسلام کی بابرکت اور روحانی شخصیت علمائے اہل حق کے سرتاج سلطان الاولیاء خواجہ خواجگان حضرتِ اقدس خواجہ خان محمدؒ کے متعلق جو کچھ بھی لکھا جائے، وہ سمندر کے چند قطروں کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو جن فضائل وکمالات، علم وعرفان سے نوازا تھا اِن کا احاطہ ایک مختصر مضمون میں ممکن نہیں ہے۔ آج جب اُمتِ مسلمہ سے اس عظیم تاریخ ساز شخصیت کا سایہ اُٹھ گیا تو آپؒ کی عظیم دینی خدمات رہ رہ کر یاد آ رہی ہے۔

میانوالی سے جنوب مغرب میں پندرہ یا بیس میل کی مسافت کے بعد ''چشمہ کالونی'' سے چند فرلانگ پر بائیں جانب ''خانقاہ سراجیہ'' ہے۔ اللہ پاک سے لو لگانے کے لیے عبادت وریاضت کے لیے اور قلب ونظر کو مصفّا کرنے، روح کو مجلا کرنے کے لیے یہاں کا ماحول انتہائی موزوں ہے۔ نہ کوئی شور، نہ کوئی ہنگامہ، نہ گاڑیوں اور کاروں کی آمد، نہ شہر کی بے ہنگم طرزِ زندگی۔ یہاں کی فضا بے پردگی اور گناہ آلود ماحول سے پاک ہے۔ یہ روحانی پاکیزہ ماحول از خود پیدا نہیں ہو جاتا بلکہ پیدا کیا جاتا ہے۔ یہ ماحول ایک خدا رسیدہ بزرگ درویش ہستی حضرت ابوسعد احمد خانؒ نے 1920ء میں ''خانقاہ سراجیہ'' کی بنیاد رکھ کر پیدا کیا۔ ''خانقاہ سراجیہ'' آپؒ نے اپنے مرشد گرامی حضرت محمد سراج الدینؒ کے نام نامی سے منسوب کی۔ یہ ماحول آج ایک عرصہ گزرنے کے بعد بھی موجود ہے۔ ایک مردِ کامل کی صحبت سے تپتے ہوئے دلوں کو راحت اور مضطرب روحوں کو آسودگی آج بھی میسر آتی ہے۔

خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین حضرت خواجہ خان محمدؒ 1920ء میں میانوالی کے نواحی قصبے موضع ڈنگ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم لوئر ماڈل اسکول کھولہ ضلع میانوالی میں حاصل کی۔ اسی دوران آپؒ کو حضرت مولانا ابوسعد احمد خانؒ کی روحانی فرزندی اور سرپرستی کا اعزاز نصیب ہوا۔ آپؒ نے اِن کی سرپرستی میں قرآن مجید کی تعلیم مولانا عبداللطیف سے حاصل کی، اور فارسی نظم ونثر صرف ونحو کی کتابیں اپنے شیخ مربی حضرت مولانا عبداللہ ثانیؒ سے پڑھنے کے بعد عربی تعلیم کے لیے مدرسہ عزیزیہ بھیرہ شریف تشریف لے گئے۔ یہاں آپؒ نے تین سال کے قیام کے دوران نہ صرف درجہ وسطیٰ کی کتابیں مکمل کیں بلکہ اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے منتظمین اور اساتذہ کے حکم پر مطبخ کا انتظام بھی نہایت احسن طریقہ سے سنبھالے رکھا۔ اس کے بعد علمی پیاس بجھانے کے لیے آپؒ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے۔ یہاں آپؒ نے مولانا حافظ عبدالرحمٰنؒ امروہی، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا سید یوسف بنوریؒ، مولانا عبدالعزیز کیمل پوری، مولانا محمد ادریس سکروڈھوی اور دیگر اساتذہ سے مشکوٰۃ شریف، جلالین، ہدایہ، مقامات حریری اور دوسری کتابیں پڑھیں۔ علم حدیث وتفسیر کی مزید تعلیم کے لیے 1936ء میں آپؒ نے جنوبی ایشیا کی عظیم ممتاز علمی درس گاہ ''دارالعلوم دیوبند'' کا سفر کیا۔ دوران سال حضرت سید حسین احمد مدنیؒ کی نظر بندی کے باعث آپؒ نے دورۂ حدیث اور تفسیر کی تکمیل مولانا اعزاز علیؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ اور دوسرے جلیل القدر اساتذہ سے کی۔ اس طرح 1941ء میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔

آپؒ 17 جون 1954ء میں خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ نائب قیوم زماں حضرت عبد اللہ قدس سرہ العزیز کا وصال اکابر نقشبندیہ مجددیہ کے اس مرکز فیض کے لیے ایک عظیم المیہ تھا، مگر تائید الٰہی نے طالبانِ حق کی دستگیری کی۔ چنانچہ تمام بزرگ حضرات نے جو حضرت ثانیؒ کے وصال پر خانقاہ شریف میں موجود تھے جن میں حکیم چن پیر، مولانا مفتی عطا محمد، حکیم سیفی شامل ہیں، بالاتفاق حضرت خواجہ خان محمدؒ کے دست حق پرست پر ''تجدید بیعت'' کر لی اور تمام مخلص مرید اس سلکِ تابدار سے وابستہ ہو گئے۔

''خانقاہ سراجیہ'' کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ یہاں حضرت علامہ سید انور شاہ کاشمیریؒ، امیر شریعت حضرت سید محمد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، حضرت مولانا عبد القادر رائے پوریؒ، مولانا عبدالستار خان نیازی رحمہم اللہ بھی تشریف لا چکے ہیں۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ اللہ کے ولی تھے۔ ایمان اور تقویٰ کے نور سے اپنے ظاہر اور باطن کو منور کیے ہوئے تھے۔ ولی وہ نہیں جن کی زندگی فطرت سے جنگ کرتے گزر جاتی ہے، بلکہ وہ ولی تھے جو زندگی بھر نفس کے ناجائز تقاضوں، شیطانی قوتوں اور گمراہ فرقوں سے برسرپیکار رہے۔ نہ اندر کے دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالے اور نہ ہی باہر کے دشمن کے سامنے۔ وہ ایسے مجاہد تھے جو زندگی بھر لڑتے رہے اور باطل قوتوں کا زبردست مقابلہ کیا۔ آپؒ نے تمام دیوبندی جماعتوں، مجلس احرار اسلام سمیت اکثر مدارس کی بھی سرپرستی فرمائی۔ جن مدارس کی آپؒ نے سرپرستی کی اِن میں دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا، مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی، مدرسہ فرقانیہ راولپنڈی، مدرسہ عثمانیہ ورکشاپی محلہ راولپنڈی، مدرسہ سراجیہ فورٹ عباس، دارالعلوم مجددیہ مانکی شریف، مدرسہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ ضلع میانوالی، اس کے علاوہ آپؒ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی مجلس عاملہ کے ممبر بھی تھے۔

15 اپریل 1953ء میں تحریک ختم نبوت کے دوران میانوالی جیل، بورسٹل جیل اور سینٹرل جیل لاہور میں فدایانِ ناموسِ رسالت اور عاشقانِ رحمۃ للعالمینؐ کے شانہ بشانہ سیفٹی ایکٹ کے تحت قید بھی رہے۔ آپؒ کی اسیری کے ایام میں آپؒ کے ہمراہ امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت اقدس مولانا محمد علی جالندھری، مولانا ابوالحسنات قادری، مولانا ابوالحسنات کے صاحبزادے مولانا خلیل احمد قادری، مولانا عبدالحامد

بدایونی، صاحبزادہ فیض الحسن، مولانا عبدالستار خان نیازی، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور تقی علی نقی بھی قید رہے۔ آپؒ ساری زندگی فتنۂ مرزائیت کی سرکوبی اور عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کے لیے سرگرداں رہے اور ختم نبوت کے عظیم مشن کے لیے آپؒ نے پوری دنیا کے سفر کیے۔ ہر قسم کے حالات میں قادیانی فتنے کے خلاف آواز بلند کی۔ اور خاص طور پر مجاہدین ختم نبوت کی ہمیشہ سرپرستی فرمائی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوتؐ نے آپؒ کی عظیم قیادت میں افریقی اور یورپی ممالک میں عقیدۂ ختم نبوتؐ کے جھنڈے لہرائے۔

وادیٔ تصوف وسلوک ہو یا میدانِ خارزار سیاست دینی مدارس ہوں یا دعوت وتبلیغ کا شعبہ، کفر کے خلاف عملی محاذِ جنگ ہو یا خانقاہ میں اصلاحی مجالس حضرت شیخ ہر جگہ امیرِ محفل ہوتے۔ آپؒ کے زمانۂ خلافت میں خانقاہ سراجیہ کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔ باوجودیکہ آپؒ ہر جگہ پچھلی صف میں بیٹھتے اور اپنے آپ کو گمنامی میں رکھنے کی پوری کوشش کرتے۔ اکثر خاموش زندگی بسر کی لیکن دلوں میں اِن کی محبت ایسی تھی کہ جہاں بھی ہوتے مسند صدارت پر آپؒ کو ہی بٹھایا جاتا۔

محدث العصر حضرت سید محمد یوسف بنوریؒ آپؒ کے استاد محترم ہونے کے باوجود اِن کا بہت احترام فرماتے۔ اسے حضرت بنوریؒ کی تواضع اور فنائیت بھی کہہ سکتے ہیں اور حضرت خواجہ صاحبؒ کی محبوبیت اور مقبولیت بھی۔

آج جبکہ باطل کے علمبردار متحد ہیں اور حق کے نام لیوا انتشار در انتشار کا شکار ہیں، خواجہ خان محمدؒ کا وجود صد غنیمت تھا کہ کم از کم ایک شخصیت تو ایسی تھی جس کے اخلاص اور تقویٰ پر سب کو اتفاق تھا۔ حضرتؒ نے اس امر کو شدید انداز میں محسوس کیا کہ ملت اسلامیہ کا احیاء اور اس کی فلاح و بہبود اسلامی تعلیمات کے فروغ میں مضمر ہے۔ جب تک فرزندانِ توحید کے قلوب اسلام کے مذہبی وثقافتی سرمایہ سے بہرہ ور نہ ہوں گے تبلیغ دین کا صحیح مقصد پورا نہ ہو سکے گا۔ لہٰذا آپؒ نے ہمیشہ ان شعبہ جات میں کام کرنے والے مجاہدین کی سرپرستی بھی کی اور مالی معاونت بھی، اور اشاعت واحیائے اسلام کے عظیم مقصد کو اپنا نصب العین بنایا۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کے دنیا سے اُٹھ جانے سے اِن کی اصلی اولاد ہی یتیم نہیں ہوئی بلکہ لاکھوں طالبان اصلاح، سینکڑوں دینی ادارے اور ساری دنیا کی علمی جماعتیں بھی یتیم ہو گئیں۔ آپؒ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے افکار ونظریات کے روح رواں تھے، جسے بعد میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے بھی زندہ رکھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اِن اکابرِ اسلام کی فیض رسانی سے کفر والحاد کی ظلمتیں چھٹ گئیں۔ اور برصغیر میں عوام امت مسلمہ اسلام کی شوکت وعظمت سے روشناس ہوئے۔ چنانچہ آپؒ نے وابستگانِ سلسلہ کو اس کارِ خیر کی اہمیت کا احساس دلایا کہ دین کے اس چراغ کی جس نے کائنات کے گوشے گوشے کو منور کر دیا، بقا ہی میں ہماری سلامتی ہے۔ علوم عربیہ کی پاکیزہ اقدار پر عمل پیرا ہو کر ہی دور حاضر کے فسق وفجور اور مغربی تہذیب کے ''مکر وفن'' کا سدباب ممکن ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام اہل اسلام کو اِن بزرگوں کے بتائے ہوئے سنہری اصولوں کو اپنانے اور ان پر مکمل عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ اکابرین علمائے حق نے جس مشن کی تکمیل کے لیے اپنی زندگیاں صرف کی تھیں اور جن مقاصد کے لیے اپنے جانوں کا نذرانہ پیش کیا تھا، اس کی تکمیل ہو سکے۔ اور پاکستان جس نعرے کی بنیاد پر قائم ہوا تھا، وہ مقاصد پورے ہو سکیں، اور احکامات شریعت کا ملک میں مکمل نفاذ ہو سکے۔ آمین ثم آمین

پریس ریلیز: 25- جون 2010ء

حافظ عاکف سعید

اسلامی نظریاتی کونسل کی مطلقہ کو تاحیات نان نفقہ دینے کی سفارش غیر اسلامی اور غیر شرعی ہے

دینی جماعتیں اسلامی نظریاتی کونسل کی اس غیر اسلامی شق کو موضوع بنا کر ملک میں نفاذِ شریعت کی تحریک چلائیں

اسلامی نظریاتی کونسل کی مطلقہ کو تاحیات نان نفقہ دینے کی سفارش غیر اسلامی اور غیر شرعی ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے جامع مسجد قرآن اکیڈمی میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ اور رسول ﷺ نے دین اسلام کی صورت میں انسانیت کو ضابطۂ حیات عطا کیا ہے وہ کامل عادلانہ نظام ہے، اس میں کمی وبیشی سے نہ آخرت کا بھلا ہو سکتا ہے نہ دنیا کا۔ حقیقت یہ ہے کہ 1962ء میں نافذ کردہ غیر شرعی عائلی قوانین منکرِ سنت غلام احمد پرویز نے مرتب کیے تھے۔ یہ ہماری بدقسمتی رہی ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں منکرین سنت کے تصور دین کو سرکاری سرپرستی میں پھیلایا جا رہا ہے۔ مشرف دور میں اس فتنے کو بہت زیادہ سپورٹ کیا گیا۔ موجودہ حکومت بھی مشرف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین کے حقیقی تصورات کو مسخ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ بیوی کو طلاق کے بعد تاحیات نفقہ دینے کی پابندی کے حوالے سے 1985ء میں بھی بھارت کی کلکتہ کورٹ نے ایک فیصلہ دیا تھا لیکن بھارت کے تمام مسالک نے متفقہ طور پر اس فیصلے کے خلاف تحریک چلائی اور بھارتی لوک سبھا کو فیصلہ واپس لینا پڑا۔ راجیو گاندھی کا یہ بیان ریکارڈ پر ہے کہ اسلام نے خواتین کو جو حقوق دیئے ہیں وہ کسی مذہب میں نہیں دیئے گئے، لہٰذا آئندہ کوئی بھارتی کورٹ مسلم فیملی لاز میں مداخلت نہیں کرے گی۔ کیا ہم اہالیان پاکستان بھارتی مسلمانوں کی طرح غیر شرعی عائلی قوانین کے خاتمے کے لیے تحریک نہیں چلا سکتے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ اب بھی وقت ہے اگر تمام دینی جماعتیں اسلامی نظریاتی کونسل کی اس غیر اسلامی شق کو موضوع بنا کر ملک میں نفاذِ شریعت کی تحریک چلائیں تو کیا بعید کہ اللہ اس ملک کے لیے مثالی اسلامی ریاست کا نمونہ بننے کا موقع عنایت فرما دے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی پاکستان)

☆ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے ہمیں قرآن مجید کا گلوبل وژن دیا

خلافت، اقامت دین اور شہادت علی الناس جیسی دینی اصطلاحات کو زندہ کرنا اُن کا بڑا کارنامہ ہے **مولانا زاھد الراشدی**

☆ ڈاکٹر صاحب نے فرقے اور مسلک سے بالاتر ہو کر سنت و سیرت کے دیپ جلائے اور رجوع الی القرآن کی تحریک برپا کی **حافظ ابتسام الٰہی ظہیر**

☆ منظّم انقلابی جدوجہد کے بغیر ملک میں اسلامی انقلاب نہیں آ سکتا

والد محترم صرف اعلیٰ پائے کے مدرس ہی نہ تھے، بلکہ وہ اقامت دین کے عظیم داعی تھے **حافظ عاکف سعید**

☆ ڈاکٹر صاحب نے نوجوانوں کو پیغام دیا کہ تعلیم و تعلمِ قرآن کو مشن بنائیں، ورنہ ہماری آئندہ نسلیں تباہ ہو جائیں گی **پروفیسر امین جاوید**

☆ ڈاکٹر اسرار احمد پوری زندگی رجوع الی القرآن اور احیائے اسلام کے مشن کو آگے بڑھاتے رہے **قاضی حسین احمد**

تھنکرز فورم اور تنظیم اسلامی سیالکوٹ کے زیر اہتمام

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی یاد میں منعقدہ سیمینار کی روداد

رپورٹ: اعجاز عنصر

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحبؒ ہمیں چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ مگر ہزاروں لاکھوں لوگوں کے دلوں میں وہ آج بھی زندہ ہیں۔ اُن کے مداح کسی نہ کسی انداز سے انہیں یاد کرتے رہتے ہیں۔ ان کے جانے کا غم فطری ہے کہ وہ شخص کہ جس نے ہمیں رضاالٰہی کا راستہ دکھایا، آج ہم اس کی صحبت سے محروم ہو گئے ہیں۔ لیکن ساتھ ساتھ یہ اطمینان بھی ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحبؒ نے اپنی پوری شعوری زندگی اللہ کے احکامات کے عین مطابق گزارنے کی کوشش کی۔ ہمیں امید ہے کہ وہ اپنے رب کے ہاں شاداں وفرحاں ہوں گے۔ ڈاکٹر صاحبؒ کی عظمت کردار، ان کی ہمت، استقلال، جرأت، جوانمردی، حق گوئی اور بے باکی کا نہ صرف اپنوں نے بلکہ بیگانوں نے بھی اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ ہر طبقہ فکر کے لوگوں نے اپنے اپنے انداز میں اُنہیں خراج تحسین کیا ہے۔ اِسی مقصد کے لیے سیالکوٹ شہر میں بھی ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا، جس میں ملک کی نامور دینی و علمی شخصیات نے شرکت کی اور ڈاکٹر صاحب مرحومؒ کی دینی خدمات کو سراہا۔ اس پروگرام کا انعقاد تھنکرز فورم سیالکوٹ اور تنظیم اسلامی سیالکوٹ نے مشترکہ طور پر کیا تھا۔ یہ پروگرام 18 جون 2010ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب انوار کلب سیالکوٹ میں منعقد ہوا۔ رفقاء واحباب بعد نماز عصر ہی انوار کلب پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ ہال کے اندر تنظیم اسلامی کے دعوتی بینرز آویزاں کیے گئے تھے۔ مغرب کی نماز انوار کلب کے گراؤنڈ میں ادا کی گئی۔ امامت چودھری خادم حسین صاحب نے کی۔ نماز کے بعد مہمانان گرامی بھی تشریف لے آئے۔

پونے آٹھ بجے پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا، جس کی سعادت عبدالواجد صاحب نے حاصل کی۔ اُنہوں نے سورۃ الصف کی چند آیات مع ترجمہ پیش کیں۔ اس کے بعد ڈاکٹر شفیق بیگ نے حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں گلہائے عقیدت نچھاور کیے۔ بعد ازاں انہوں نے ڈاکٹر صاحبؒ کو منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔ پروگرام کے میزبان جناب جنید نذیر نے اپنی گفتگو میں محترم ڈاکٹر صاحبؒ کے حالات زندگی کا مختصر جائزہ پیش کیا۔ اسد اعجاز نے جو "تھنکرز فورم" کے کوآرڈینیٹر ہیں، سب سے پہلے سیمینار کے شرکاء اور معزز مہمان مقررین کو خوش آمدید کہا اور پھر تھنکرز فورم کا تعارف کرایا۔ انہوں نے بتایا کہ اس فورم کا مقصد امت مسلمہ کے سلگتے ہوئے مسائل کو عوام کے سامنے لانا ہے۔ انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ ہمارے میڈیا پر کسی اداکار یا فنکار کو تو ہفتوں نہیں مہینوں کوریج ملتی ہے، مگر جب معاملہ کسی دینی شخصیت کا ہو تو اس کو کوریج نہیں دی جاتی۔ انہوں نے اِس سلسلے میں مولانا سرفراز نعیمیؒ اور ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی وفات کی مثالیں دیں کہ ان بزرگوں کی وفات کی خبروں کو الیکٹرانک میڈیا نے نمایاں نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحبؒ ہمارا قیمتی سرمایہ تھے۔ آج ہم یہاں اس لیے جمع ہوئے ہیں تاکہ ان کی دینی خدمات پر انہیں خراج عقیدت پیش کریں اور اُن کے پیغام سے احباب کو آگاہ کریں۔

مقررین میں سے سب سے پہلے مولانا زاہد الراشدی کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحبؒ یقیناً اس دور کی ایک عظیم شخصیت تھے۔ محترم ڈاکٹر صاحب کی بدولت آج اسلام کی کئی اصطلاحات دوبارہ زندہ ہوئی ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے خلافت، اقامت دین، شہادت علی الناس جیسی اصطلاحات کو عام کیا اور اپنی زندگی دین کا حقیقی پیغام عامۃ الناس تک پہنچانے اور غلبۂ دین کی جدوجہد کے لئے وقف کی۔ مولانا زاہد الراشدی نے کہا کہ پاکستان میں بے شمار لوگ دین کے کام میں لگے ہیں، لیکن ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ کام صرف علماء، مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ یا دینی جماعتوں ہی کا نہیں بلکہ یہ پوری قوم کی یہ ذمہ داری ہے۔ لہٰذا نفاذ اسلام کے جس مقصد کے لیے پاکستان حاصل کیا گیا اگر اُسے حاصل کرنا اور قوم کو اُٹھانا ہے، تو سب کو مل کر اس کے لیے جدوجہد کرنی ہوگی۔ اُنہوں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم اس بات پر پختہ یقین رکھتے

تھے کہ اگر یہاں اسلام نافذ کرنا اور قوم کو اُٹھانا ہے، تو اس کے لیے قرآن حکیم کی تعلیمات کو عام کرنا ہوگا۔ قرآن کا گلوبل وژن ڈاکٹر صاحب ہی ہمارے سامنے لائے ہیں۔ مرحوم یہ کہا کرتے تھے کہ میں اپنے آپ کو تحریک شیخ الہند کا ایک کارکن سمجھتا ہوں۔ مولانا زاہد الراشدی نے کہا کہ میں خود بھی جب اپنا جائزہ لیتا ہوں تو مجھے اندر سے یہی جواب ملتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ محترم ڈاکٹر اسرار صاحبؒ ساری زندگی قرآن سمجھنے اور سمجھانے میں لگے رہے۔ عمر کے آخری حصے میں بھی بہت سے عوارض لاحق ہونے کے باوجود اُنہوں نے ہمت نہیں ہاری اور آخری دم تک اس مشن کو جاری رکھا۔ ڈاکٹر صاحب کی زندگی سے ہم نے یہی سبق سیکھا ہے کہ کامیابی کے لیے انتھک محنت اور لگن اشد ضروری ہے۔

ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث پاکستان حافظ ابتسام الٰہی ظہیر نے اپنے خطاب میں کہا کہ ایک ایسی شخصیت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے ہمارا اکٹھا ہونا جس نے اپنی ساری زندگی قرآن وسنت کی اشاعت میں گزار دی باعث فخر ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ میں نے ڈاکٹر صاحب کی زندگی کے دو دور دیکھے ہیں۔ ایک دور وہ ہے جب میں بچہ تھا اور مجھے اپنے والد محترم علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ کے ساتھ ڈاکٹر صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملتا تھا۔ اور دوسرا دور اب جبکہ میرے کندھوں پر بھی تنظیمی ذمہ داریاں آ گئی ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ میں نے ان دونوں ادوار میں ڈاکٹر صاحب کو محنت اور لگن سے قرآن کی تعلیمات کو عام کرتے دیکھا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب نے کبھی کسی مسلک یا فرقے کی بات نہیں کی، اُنہوں نے ہمیشہ ان تعلیمات کی بات کی ہے جو ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اس امت کے لیے چھوڑ گئے۔ امت مسلمہ کو انہی تعلیمات کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ حافظ ابتسام الٰہی ظہیر نے کہا کہ ہم یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ دین مولویوں، دینی مدارس کے طلبہ یا مشہدی قالینوں پر بیٹھ کر قرآن پڑھنے والوں کے ذریعے پھیلے گا۔ حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ دین اسی صورت میں پھیلے گا جب صاحب ثروت گھرانوں کے بچے بھی دین کی طرف آئیں گے۔ اُنہوں نے کہا کہ مرحوم ڈاکٹر صاحبؒ نے سنت وسیرت رسول ﷺ کے دیپ جلائے اور کلام اللہ کی طرف رجوع کی تحریک برپا کی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آج بھی ہمارے دلوں میں زندہ ہیں۔ اُنہوں نے تاریخ اسلام کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ ایک دفعہ امام بخاریؒ بغداد تشریف لا رہے تھے۔ ان کے استقبال کے لیے مخلوق خدا بڑی تعداد میں جمع تھی۔ یہ حال دیکھ کر خلیفہ ہارون الرشید کی اہلیہ زبیدہ نے اُن سے کہا، جتنا غلغلہ بخاری کی آمد پر بپا ہے، اتنا تو کبھی آپ کی آمد پر بھی نہیں ہوا۔ خلیفہ نے بڑا خوبصورت جواب دیا کہ ہم تخت پر بیٹھ کر حکومت کرتے ہیں اور وہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ کر حکومت کرتے ہیں۔ بلاشبہ ڈاکٹر صاحب نے بھی لوگوں کے دلوں پر حکومت کی۔

حافظ ابتسام الٰہی ظہیر کے بعد امیر تنظیم اسلامی محترم جناب حافظ عاکف سعید کو دعوت خطاب دی گئی۔ امیر محترم نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد اس پروگرام کے انعقاد پر ''تھنکر زفورم'' کی انتظامیہ کا شکریہ ادا کیا۔ اُنہوں نے پروگرام میں شریک دینی وسیاسی رہنماؤں اور مقررین کا بھی شکریہ ادا کیا کہ وہ میرے والد محترمؒ بانیٔ تنظیم اسلامی کی یاد میں منعقدہ پروگرام میں تشریف لائے، اور ڈاکٹر صاحب کو خراج تحسین پیش کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ والد صاحب خود کو فکر اقبال کا خوشہ چین سمجھتے تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں فکر اقبالؒ کا تسلسل ہوں، اور اقبالؒ اپنے اشعار میں خود یہ بددعا کر گئے کہ اے اللہ اگر میں نے اپنے کلام میں تیرے کلام کے علاوہ کچھ کہا ہے تو تو مجھے یوم حساب رسوا کر دینا، اور نبی کریم ﷺ کی قدم بوسی کی سعادت نصیب نہ کرنا۔ اسی طرح والد محترم بھی ساری زندگی اللہ کے کلام قرآن حکیم کی تعلیم وتعلم میں لگے رہے اور مسلمانانِ پاکستان کو رجوع الی القرآن کی دعوت دیتے رہے۔ اُنہوں نے کہا کہ علامہ اقبال کلام الٰہی کے ترجمانؒ تھے تو والد محترمؒ اس کے داعی۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں زیادہ تر لوگ ڈاکٹر صاحب کو ایک اعلیٰ پائے کے مدرس قرآن کی حیثیت سے جانتے ہیں، حالانکہ وہ صرف مدرس ہی نہ تھے بلکہ احیائے اسلام کے عظیم داعی تھے۔ امیر محترم نے ایک اور اہم بات کا بھی ذکر کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ علامہ اقبال کو مصور پاکستان کے حوالے سے تو ہم سب جانتے ہیں، مگر بہت سے دوستوں کے علم میں شاید یہ بات نہ ہو کہ علامہ مرحومؒ کو یقین تھا کہ اگرچہ مسلم لیگ کی سیاسی تحریک کے نتیجہ میں پاکستان معرض وجود میں آجائے گا مگر وہ خوب جانتے تھے کہ اُس کے ذریعے پاکستان میں نظام اسلام نافذ نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے اُنہوں نے ''جماعت مجاہدین علی گڑھ'' کے نام سے بننے والی ایک جماعت اور اسی مقصد کی خاطر لاہور کی جمعیت شبان المسلمین کے اشتراک سے ایک ٹھیٹھ اسلامی انقلابی جماعت کے قیام کی کوشش بھی کی تھی جس کے امیر کے طور پر خود علامہ اقبال کا نام تجویز کیا گیا تھا۔ اس جماعت کی اساس تنظیم اسلامی کی طرح بیعتِ سمع وطاعت پر رکھی گئی تھی۔ افسوس کہ اُن کی یہ آخری خواہش بوجوہ پوری نہ ہو سکی۔ امیر تنظیم نے واضح کیا کہ ایک اسلامی انقلابی جماعت کے بغیر دین اسلام قائم ہرگز نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ہمیں کسی نہ کسی ایسی اسلامی انقلابی جماعت کا حصہ ضرور بننا ہوگا، جس کا مقصد اللہ کے دین کا قیام ہو۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

پروفیسر امین جاوید نے جو سیالکوٹ میں جماعت اسلامی کے اکابرین میں سے ہیں، اپنے خطاب میں کہا کہ محترم ڈاکٹر صاحبؒ ایک میڈیکل ڈاکٹر تھے مگر جب انہوں نے امت کو بیمار پایا اور محسوس کیا کہ امت کے مرض کے علاج کے لیے اُسے قرآن کے نسخۂ شفا کی ضرورت ہے، تو وہ میڈیکل پریکٹس چھوڑ کر ہمہ وقتی پیغام قرآنی کی نشر واشاعت کے عظیم مشن سے وابستہ ہو گئے۔ اُنہوں نے اُمت کے مرض کی خوب تشخیص کی۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ اخلاقی بحران کا دور ہے اور اس کا واحد علاج قرآن کی طرف رجوع ہے۔ پروفیسر صاحب نے نوجوانوں کو جھنجھوڑا کہ وہ ہوش کے ناخن لیں ورنہ ہماری آئندہ نسلیں تباہ ہو جائیں گی، نوجوان آگے آئیں، قرآن سیکھیں اور سکھائیں اور صالح قیادت کا ساتھ دیں۔ ملک میں نفاذ دین کی جدوجہد میں شریک ہوں، تاکہ قیام پاکستان کا مقصد پورا ہو سکے۔

آخر میں دعوت خطاب سابق امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد کو دی گئی۔ محترم قاضی حسین احمد نے کہا کہ میرا ڈاکٹر صاحبؒ سے تعلیمی دور سے تعلق رہا ہے۔ میں کئی دفعہ ان سے ملنے گیا اور کئی بار وہ میرے پاس تشریف لائے۔ وہ رسول ﷺ کے مقصد حیات کو سمجھ گئے تھے اور اسی کو اپنا مقصد زندگی بنا لیا تھا۔ وہ ماہ رمضان المبارک میں ساری رات دورۂ ترجمۂ قرآن میں لگے رہتے تھے، تاکہ مسلمانوں کا قرآن حکیم کی جانب رجوع ہو۔ وہ آخری عمر تک اس مشن کو آگے بڑھاتے رہے، اور احیائے اسلام کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہے۔ اللہ نے زندگی کی آخری گھڑی تک انہیں یہ توفیق دیئے رکھی۔ محترم قاضی صاحب نے کہا کہ یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ اللہ کے دین کے نفاذ کی کوششوں میں حصہ ڈالیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ کام اکیلے ممکن نہیں، اس کے لیے جماعت ناگزیر ہے۔ لہٰذا ہمارا کام یہ ہے کہ جو بھی جماعت بہتر معلوم ہو اپنا یہ فرض ادا کرنے کے لیے اس کا حصہ بنیں۔

پروگرام کے اختتام پر خواجہ ذکاالدین صاحب نے ڈاکٹر صاحبؒ کی مغفرت اور امت کی بہتری کے لیے دعا فرمائی۔ اس پروگرام میں چیمبر آف کامرس کے اکابرین کے علاوہ کئی سیاسی جماعتوں کے قائدین نے بھی شرکت کی، جن میں جناب خواجہ آصف (ایم این اے)، جناب ارشد بگو (ایم پی اے)، جناب محمد پرویز، جناب فاروق مائر (SCCI) وغیرہ شامل تھے۔

قادیانی ڈائریکٹر کا عجیب و غریب دعویٰ (ii)

محمد عطاء اللہ صدیقی

قادیانی ڈائریکٹر صاحب کہتے ہیں ''کوئی مانے نہ مانے ہمیں مسلمان کہلانے کا حق اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔'' ہم بھی اپنی رائے کے اظہار کا حق استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''کوئی قادیانی مانے یا نہ مانے، وہ مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ ان عقائد اور تعلیمات کو نہ اپنا لے جو کسی کے مسلمان ہونے کے لیے بنیادی شرائط کا درجہ رکھتے ہیں۔'' قادیانیوں کے عقائد قرآن و سنت سے مطابقت نہیں رکھتے۔ ان کا ظلی و بروزی نبوت کا نظریہ ایک گورکھ دھندہ ہے اور خود فریبی سے زیادہ کچھ نہیں۔ اگر وہ واقعی خلوص دل سے مسلمان کہلانا چاہتے ہیں تو انہیں دین اسلام میں پورا پورا داخل ہونا پڑے گا اور قادیانیت کی عینک اتار کر قرآن و سنت کی تعلیمات کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ یہ ''خدائی حق'' کا خود ساختہ تصور اتنا ہی باطل ہے جتنا کہ قرون وسطیٰ کی پاپائیت اور بادشاہوں کے ''خدائی حقوق'' کا تصور۔ یہ محض طفل تسلی ہے اور حقائق سے فرار کی ایک صورت، ورنہ اس طریقہ سے زبردستی کوئی مسلمان ہوسکتا ہے، عیسائی نہ یہودی۔ کسی بھی الہامی مذہب کا پیروکار ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس مذہب کی مکمل تعلیمات پر ایمان لایا جائے۔ ابھی چند ماہ پہلے مرزا ناصر احمد کے ایک پوتے قادیانیت سے تائب ہوکر اسلام لے آئے ہیں۔ دیگر قادیانی بھی اگر ''مسلمان'' کہلانا چاہتے ہیں تو ان کے لیے بھی واحد راستہ یہی ہے۔ خود ساختہ و مزعومہ ''خدائی حقوق'' کی Tunnel سے گزر کر وہ اسلام کے صراطِ مستقیم تک نہیں آسکتے۔

مرزا غلام احمد کے بیان کا وہ حصہ سخت قابلِ اعتراض ہے جس میں انہوں نے کہا:

''ہم اقلیت نہیں، مسلمان ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کے غلام ہیں اور کسی کی مجال نہیں کہ ہم سے یہ حق چھین سکے۔''

یہ بیان آئین پاکستان سے صریحاً بغاوت ہے۔ آئین پاکستان کی رُو سے قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں۔ اگر آج کوئی قادیانی یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ اقلیتی کمیونٹی کا رکن نہیں، بلکہ اکثریتی جماعت یعنی مسلمانوں کی جماعت میں سے ہے، تو اس کا اعلان غیر آئینی، غیر قانونی اور غیر اسلامی ہے۔ قادیانیوں کی سوچ اور طرزِ عمل بے حد افسوس ناک ہی نہیں، اشتعال انگیز بھی ہے۔ قادیانیوں کی یہی وہ ضد ہے جو بالآخر فساد اور تصادم پر منتج ہوتی ہے۔ جب ان کے بارے میں مسلمانوں کی یہ متفقہ اور سوچی سمجھی رائے ہے کہ وہ 'مسلمان' نہیں ہیں تو پھر وہ 'مسلمان' کہلانے پر بضد کیوں ہیں؟ جو مسلمان اس معاملے کے متعلق شدید حساس واقع ہوئے ہیں، اس طرح کی باتیں سن کر ان کے جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں۔ وہ کسی صورت بھی قادیانیوں کو یہ اجازت دینے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ وہ ''مسلمان'' ہونے کا اس طرح علی الاعلان ڈھنڈورا پیٹیں۔ جب ایک شخص یہ کہتا ہے کہ ''کسی کی مجال نہیں'' تو فریق مخالف بھی ردِعمل ظاہر کرسکتا ہے، ''اچھا تو مجال کی بات کرتے ہو، تم مسلمان ہو کے دکھاؤ۔'' قادیانی ڈائریکٹر کا یہ لب و لہجہ کسی ''مظلوم اقلیت'' کے نمائندے کا اُسلوب نہیں ہوسکتا۔

حضرت محمد ﷺ کے غلام ہونے کا دعویٰ بھی محلِ نظر ہے۔ قادیان کے مرزا غلام احمد کا غلام کبھی بھی والیٔ یثرب کا غلام نہیں ہوسکتا۔ جس طرح ایک مسلمان مرزا غلام احمد کا غلام نہیں ہوسکتا، اسی طرح کوئی قادیانی محمد عربی ﷺ کا سچا غلام نہیں ہوسکتا۔ یہ محض سخن سازی اور فریب دہی ہے اور کوئی مسلمان یہ فریب کھانے کو تیار نہیں ہے۔ جب یہ سب کچھ ممکن ہی نہیں تو پھر قادیانی کس کو دھوکہ دیتے ہیں، اپنے آپ کو یا کسی اور کو؟ انہیں ٹھنڈے دل سے یہ سوچنا چاہیے۔ جہاں تک ان سے حق چھین لینے کی بات ہے، یہ بھی مغالطہ آمیز ہے۔ جب اُنہوں نے اپنی مرضی اور خوش دلی سے مرزا غلام احمد کا غلام بننا قبول کرلیا ہے، تو پھر ان کے پاس کوئی ''حق'' رہ ہی نہیں جاتا جس کا استعمال کرتے ہوئے وہ محمد عربی ﷺ کے غلام ہونے کا دعویٰ کرسکیں۔ حق بغیر استحقاق کے متعین نہیں ہوتا۔ قادیانی اس طرح کا کوئی استحقاق سرے سے رکھتے ہی نہیں ہیں تو پھر یہ مبارزت طلبی کا انداز کیونکر اپناتے ہیں؟ وہ پاکستان کے شہری ہیں اور بطور شہری کے انہیں تمام حقوق حاصل ہیں، مگر محمد عربی ﷺ کی غلامی کا حق حاصل کرنے کے لیے ریاست کی شہریت کا حصول ہی کافی نہیں ہے۔ یہ ایمان و یقین اور عقیدے کا معاملہ ہے۔ اس کا فیصلہ شہری حقوق کی میزان میں نہیں، بلکہ ایمان بالرسالت اور ختم نبوت کے معروف معیار اور میزان کے ذریعے ہی ہوسکتا ہے۔ قادیانی اطمینان رکھیں کہ وہ اقلیت تھے، اقلیت ہیں اور اقلیت رہیں گے۔ وہ خوانخواہ ''مسلمان'' ہونے کی ضد نہ کریں کیونکہ اس طرح کی باتوں کا فائدہ کچھ نہیں ہے۔ اگر وہ اس طرح کے دعوے کرتے رہیں گے تو صورت حال کے بگڑنے کے خدشات ہیں۔ ہمارے دانشور جو قادیانیوں کے مظلوم ہونے کے پروپیگنڈے پر یقین کرتے ہیں، انہیں مرزا غلام احمد کے مذکورہ بالا بیان کے اُسلوب پر ضرور غور کرنا چاہیے۔

مرزا غلام احمد نے شکایت کی ہے کہ قادیانی مسجد کو مسجد نہیں کہہ سکتے، انہیں اذان دینے نہیں دی جاتی۔ حتیٰ کہ قرآن مجید کی آیات تک لکھنے کی اجازت نہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو پھر یہ سب شکایتیں بلا جواز ہیں۔ مساجد اور اذان تو شعائر اسلام ہیں۔ یہ مسلمانوں کی ثقافت اور دین کی پہچان ہے۔ قادیانیوں کو اپنی عبادت گاہوں کو 'مساجد' کہنے اور 'اذان' دینے کی اجازت نہیں دی جاتی تو اس میں احتجاج کی کیا گنجائش ہے۔ وہ کیوں چاہتے ہیں کہ اپنی عبادت گاہوں کو ''مساجد'' کہیں اور ان میں مسلمانوں کی طرح ''اذانیں'' دیں۔ وہ ایسا اس لیے چاہتے ہیں تاکہ لوگوں کو دھوکے میں مبتلا کرسکیں۔ وہ پوری دنیا میں اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر تبلیغ کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ ان کے ہاتھ پر 'اسلام' بھی لے آتے ہیں مگر انہیں بعد میں پتہ چلتا ہے کہ وہ ''قادیانیت'' کو اسلام سمجھ کر اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ یہ بہت بڑا دھوکہ ہے جو وہ اسلام کا نام استعمال کرکے دے رہے ہیں۔ جب قادیانی امت نے مسلمانوں سے اپنے جنازے

تک الگ کر لیے تو اب وہ مسلمانوں کی طرح اذانیں دینے کی ضد کیوں کرتے ہیں؟ چودھری ظفر اللہ قادیانی نے قائداعظمؒ جیسے معتدل مزاج اور روشن خیال مسلمان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی۔ جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو اُنہوں نے جواب دیا: ''آپ مجھے ایک مسلم ریاست کا غیر مسلم وزیر یا ایک غیر مسلم ریاست کا مسلم وزیر سمجھ لیں۔'' اس طرح قادیانیوں کے خلیفہ دوم مرزا البشیر الدین محمود سے ان کے ایک مرید نے سوال کیا کہ کسی غیر احمدی کا اگر کوئی بچہ انتقال کر جائے تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے؟ اس کے جواب میں مرزا البشیر الدین محمود نے کہا: ''میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر کسی عیسائی یا ہندو کا بچہ فوت ہو جائے تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔'' اس طرح کی متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ جب معروضی حقائق اس طرح کے ہوں تو 'مساجد' اور 'اذان' جیسے شعائر اسلام کو اپنانے کی خواہش رکھنا کیا معنی رکھتا ہے۔ معروف کالم نگار عطاء الحق قاسمی نے 24 دسمبر 1991ء کے کالم میں تحریر کیا:

> ''احمدی، اور مسلمانوں میں جو چیز وجہ نزاع بنی وہ مرزا غلام احمد قادیانی کا جعلی ''نبوت'' کے علاوہ اس نومولود مذہب کی طرف سے مسلمانوں کی اس تمام ''ٹرمی نالوجی'' پر قبضہ تھا جو بزرگان دین اور مقامات مقدسہ کے لیے مخصوص تھی۔ اپنے اصل مقاصد پر پردہ ڈالنے کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی نے خود کو ایسا ''نبی'' قرار دیا جو اپنی شریعت نہیں لایا تھا، بلکہ حضور ﷺ ہی کی شریعت کو نافذ کرنے کا دعویدار تھا۔ چنانچہ موصوف نے ظلی بروزی کی بحث بھی چھیڑی، خود کو احمد (ﷺ) کا غلام ہی قرار دیا۔ لیکن ان کے 'صحابی' اس قسم کے شعر بھی کہتے رہے، جن کا ذکر اس مضمون کے شروع میں کیا گیا ہے۔''

مرزا غلام احمد نے کہا ہے کہ ''تمام احمدی محب وطن ہیں۔'' نجانے ''محب وطن'' ہونے سے ان کی مراد کیا ہے؟ آخر یہ کیسی 'حب الوطنی' ہے جو قادیانیوں کو اسرائیل میں اپنا مشن قائم کرنے سے باز نہیں رکھتی؟ کیا قادیانی ڈائریکٹر اسرائیل میں قادیانی مشن کی موجودگی کی تردید کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر اس 'حب الوطنی' کا ڈھنڈورا پیٹنے کا کیا فائدہ ہے؟ مرزا غلام احمد کا یہ بیان درست معلوم نہیں ہوتا کہ کلمہ طیبہ پڑھنے اور ''السلام علیکم'' کہنے پر قادیانیوں کو سالوں کی سزائیں سنائی گئیں۔ ہم ان سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ غیر مسلم ہوتے ہوئے مسلمانوں کے کلمہ طیبہ پڑھنے اور ''السلام علیکم'' کہنے میں اس قدر دلچسپی کیوں رکھتے ہیں؟ اگر ان کے ''نبی'' نے اپنی ''امت'' کے لیے کوئی کلمہ ایجاد نہیں کیا تھا تو وہ خود اسے ایجاد کر لیں۔ ہمارے بعض مسلمان جو قادیانی ذہنیت سے کماحقہ آگاہ نہیں ہیں، وہ بھی خیال کرتے ہیں کہ اگر قادیانی کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں تو پڑھنے دیں۔ وہ دراصل بہت سادہ لوح واقع ہوئے ہیں۔ انہیں جان لینے کی ضرورت ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی ظلی و بروزی نبوت پر ایمان لانے کے بعد ان کے پیروکار ''محمد رسول اللہ'' میں ظلی و بروزی نبی کا تصور ذہن میں رکھتے ہیں۔ کیا اس خیال کے ساتھ قادیانیوں کو مسلمانوں کا کلمہ پڑھنے کی اجازت دی جاسکتی ہے؟

قادیانی ڈائریکٹر کی پریس کانفرنس کی تفصیلات پڑھ کر ایک عام مسلمان پریشان ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ 28 مئی کو قادیانیوں کی عبادت گاہوں میں ہونے والی دہشت گردی کو قادیانی اپنے حق میں استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ بلاشبہ یہ انتہائی گھناؤنی واردات تھی۔ اسلام میں اس کی ہرگز گنجائش نہیں ہے۔ اگر کوئی اس طرح اقلیتوں کی عبادت گاہوں پر حملوں کو 'جہاد' کا نام دیتا ہے تو اس کا دعویٰ اتنا ہی باطل ہے جتنا کہ قادیانیوں کا یہ دعویٰ کہ وہ مسلمان ہیں، اقلیت نہیں۔ اسلامی شریعت کی رُو سے ریاست مسلمان اور غیر مسلم اقلیتوں کے جان و مال کے تحفظ کی ذمہ دار ہے۔ اس بارے میں کسی تفریق اور امتیاز کو روا رکھنا درست نہیں ہے۔ ہم سمجھتے ہیں پاکستان کے قادیانیوں نے کوئی ایسا جرم نہیں کیا کہ ان کی عبادت گاہوں کو ہولناک دہشت گردی کا نشانہ بنایا جائے۔ یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ علمائے دین نے قادیانیوں کی عبادت گاہوں پر حملہ کر کے ان کو جان سے مار دینے کی حمایت کبھی نہیں کی۔ مرزا غلام احمد قادیانی 1908ء میں اپنی فطری موت مرا، حالانکہ 1892ء میں دو سو علماء کرام نے اس کے کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ اس کے بعد اس کے خلفاء بھی اپنی موت مرے، انہیں کسی نے قتل نہیں کیا۔ پرویز مشرف کے دور میں قادیانیوں کو مراعات حاصل رہیں مگر ان کی عبادت گاہوں پر ایسے حملے نہ ہوئے۔ غرض اس طرح کی کارروائی ہر اعتبار سے قابل مذمت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں نے اس واقعہ کی بھرپور مذمت کی ہے۔ مگر یہ مناسب نہیں ہے کہ قادیانی اس ہمدردی کی لہر کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے پارلیمنٹ کی آئینی ترمیم کو واپس لینے کی تحریک شروع کر دیں اور اپنے ''مسلمان'' ہونے کا اعلان کریں۔ اس کا ردّعمل سامنے آسکتا ہے اور ممکن ہے قادیانی اس ہمدردی سے بھی اپنے آپ کو محروم کر دیں جو انہیں آج ہر طرف سے مل رہی ہے۔

حرف عقیدت

''اک درد میرے درد کا درماں بنا دیا''

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کو شفیق بیگ چغتائی کا منظوم خراج عقیدت

اک درد میرے درد کا درماں بنا دیا
ضبطِ غمِ حیات کا ساماں بنا دیا

خونِ جگر سے، سوزِ دروں کی پکار سے
کس کس کو دیکھو داعیٔ قرآں بنا دیا

قرآن کے دروس سے ہر شب مہک فشاں
رمضان کی شبوں کو گلستاں بنا دیا

قربان جاؤں آپ کے طرزِ کلام پر
اللہ کی کتاب کو آساں بنا دیا

یوں درد بانٹتے رہے ''حبِ رسولؐ'' کا
پیغامِ مصطفیٰؐ کو رگِ جاں بنا دیا

وہ سلطنتِ عشقِ پیمبرؐ کا تاجور
عالم کو جس نے خوگرِ یزداں بنا دیا

جب بھی ہوا مخاطبِ عالم وہ دیدہ ور
ہر لفظ کو متاعِ فراواں بنا دیا

دے کر شعور دینِ مبیں کا مجھے شفیقؔ
میرا نصیب رشکِ سلیماں بنا دیا

☆☆☆

قرآن اکیڈمی لاہور میں ایک روح پرور تقریب

جو ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس کی تکمیل پر طلبہ میں تقسیم اسناد کے سلسلہ میں منعقد ہوئی

محبوب الحق عاجز

25 جون 2010ء کو قرآن اکیڈمی لاہور میں یہ ایک خوبصورت اور روح پرور تقریب تھی، جو اُن طلبہ میں تقسیم اسناد کے سلسلے میں منعقد ہوئی تھی، جنہوں نے سال رواں میں رجوع الی القرآن کورس پارٹ ا کی تکمیل کی۔ یہ طلبہ کتاب اللہ کی طرف رجوع کے سچے جذبے سے تحریک پا کر اکیڈمی آئے تھے۔ اِن کی عمریں مختلف تھیں، زبانیں جدا جدا تھیں، ذہنی استعداد، تعلیمی قابلیت اور خاندانی پس منظر میں اختلاف تھا، مگر ایک بات جو سب میں مشترک تھی، وہ دین کی سچی تڑپ اور امنگ تھی جو انہیں یہاں لے آئی تھی۔ اُن سب کا ایک ہی عزم اور ایک ہی تمنا تھی کہ دین کی حقیقت سے آگاہ ہوسکیں۔ یہ بات جان سکیں کہ کتاب وسنت کا اساسی پیغام کیا ہے؟ کتابِ زندہ قرآن حکیم نے ہمیں کیا احکامات دیئے ہیں؟ ایک مسلمان کے لیے اُس نے کیا لائحہ عمل پیش کیا ہے، جس کے مطابق حیات مستعار کا چند روزہ سفر طے کیا جائے۔ وہ نہ صرف پیغام قرآنی سے آگاہ ہوں بلکہ اسے حرز جاں بنائیں، اُس کے مطابق اپنی زندگی کی تعمیر کریں اور قرآن کی انقلابی تعلیمات کے نور سے ظلمت کدۂ دہر پر تنی ردائے تیرگی کو تار تار کر کے اُسے اجالوں کا خلعتِ فاخرہ اوڑھائیں۔ قرآن اکیڈمی کا خواتین ہال، جہاں اس کورس کی کلاسیں ہوتی رہیں، اور اب یہ تقریب ہو رہی تھی، کچھ عرصہ پہلے اکیڈمی سے ملحقہ سرکاری خفیہ ادارے کی عمارت میں ہونے والے خوفناک بم دھماکہ سے شدید متاثر ہوا تھا، مگر اب تعمیر ومرمت اور تزئین وآرائش کے بعد ایک نئے ڈھنگ اور نئی طرز میں ڈھل کر نہایت دلکش منظر پیش کر رہا تھا۔ سب چہرے خوش خرم تھے اور لذت ''آگاہی'' سے سرشار۔ وہ خوش کیوں نہ ہوتے، انہوں نے 9 ماہ کا وقت دے کر جو کچھ پایا تھا، وہ تو زندگی کا حاصل تھا، اور زندگی کا بہترین سرمایہ۔ قرآن عزیز کہتا ہے: ''کہہ دو کہ (یہ کتاب) اللہ کے فضل اور اُس کی مہربانی سے (نازل ہوئی ہے) تو چاہیے کہ لوگ اس پر خوش ہوں۔ یہ اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔'' (سورۃ یونس:58)

اس تقریب کی روح رواں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید تھے، جو خصوصی دعوت پر تشریف لائے تھے۔ اُن کے علاوہ تنظیم اسلامی کے ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی، مرکزی انجمن خدام القرآن کے نومنتخب صدر ڈاکٹر ابصار احمد، ناظم اعلیٰ ڈاکٹر عارف رشید اور اکیڈمی کے شعبہ اسلامی تحقیق وتعلیم سے وابستہ اساتذہ کرام بھی موجود تھے، جنہوں نے سچے مشنری جذبہ سے تدریسی ذمہ داریاں انجام دیں۔

پروگرام میں سٹیج سیکرٹری کی ذمہ داری استادِ حدیث رشید ارشد نے انجام دی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے پروگرام کا آغاز کیا۔ بعد ازاں ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس کا اجمالی تعارف کرایا۔ انہوں نے بتایا کہ یہ کورس بنیادی طور پر ایسے افراد کے لیے ترتیب دیا گیا ہے، جو دنیاوی تعلیم سے تو بہرہ ور ہوئے ہوں، یہاں تک کہ میڈیکل اور انجینئرنگ کی ڈگریاں تک حاصل کی ہوں، مگر دینی تعلیم سے یکسر نا آشنا رہے ہوں۔ اس کورس کے ذریعے یہ کوشش کی جارہی ہے کہ انہیں حقیقت دین اور دینی تقاضوں سے آگاہ کیا جائے۔ اِس کورس کا آغاز 1982ء میں ہوا۔ ابتدا میں اس کا دورانیہ ایک سال رکھا گیا تھا، جسے بعد میں کم کر کے 9 ماہ کر دیا گیا۔ کورس کے نصاب کے حوالے سے انہوں نے بتایا کہ یہ عربی صرف ونحو، ترجمۂ قرآن (تقریباً پانچ پارے) آیات قرآنی کی صرفی ونحوی تحلیل، قرآن حکیم کی فکری وعملی رہنمائی، تجوید وحفظ، فقہ (بنیادی مسائل)، مطالعہ حدیث، اصطلاحات حدیث اور اضافی محاضرات پر مشتمل ہے۔ حسب سابق امسال بھی اساتذہ نے پورے جذبے اور لگن سے متذکرہ مضامین پڑھائے، اور شرکاء کورس نے اُن سے بھرپور استفادہ کیا۔ اس کورس میں ابتداءً 45 طلبہ نے داخلہ لیا تھا، مگر وہ طلبہ جنہوں نے کورس کی تکمیل کی، اُن کی تعداد 19 ہے۔ کورس میں 23 خواتین نے بھی شرکت کی۔ اور یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حسب روایت کلاس میں طلبہ کے مقابلے میں اُن کا رزلٹ بہتر رہا۔ رشید ارشد صاحب نے بتایا کہ اس کورس کے دوران ادارے کو دو بڑے حادثات پیش آئے۔ ایک حادثہ اکیڈمی سے ملحقہ خفیہ ادارے کی عمارت میں بم دھماکہ تھا، لیکن اس نے ادارے کے جسم (عمارت) کو نقصان پہنچایا۔ دوسرا حادثہ جس نے ادارے کی روح کو مجروح کیا، اور ادارے کے لیے ناقابل تلافی نقصان کا باعث بنا، وہ تحریک رجوع الی القرآن کے داعی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی رحلت ہے۔ یہ ادارہ درحقیقت انہی کی ذات کی توسیع ہے۔ انہوں نے کہا کہ اِن دو حادثات سے کورس کا متاثر ہونا فطری تھا، تاہم کورس کامیابی سے جاری رہنے کے بعد پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا، جس پر ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں۔

کورس کے تعارف کے بعد سٹیج سیکرٹری نے شرکاء کورس میں سے چند کو اپنے تاثرات بیان کرنے کے لیے مدعو کیا۔ سب سے پہلے دعوت نبی محسن کو دی گئی، جنہوں نے اس کورس میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ اُن کا تعلق باجوڑ سے ہے۔ انہوں نے سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے انہیں اس کورس میں شرکت کی توفیق عطا فرمائی، پھر اُس مردِ قلندر کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لیے دُعا کی جنہوں نے لوگوں کو قرآنی تعلیمات سے روشناس کرانے کے لیے قرآن اکیڈمی کی بنیاد رکھی اور رجوع الی القرآن کی تحریک برپا کی۔ انہوں نے اپنے اساتذہ کا بھی شکریہ ادا کیا کہ جنہوں نے انتہائی لگن اور دینی جذبے سے مضامین کی تدریس کی، جس کے نتیجے میں طلبہ میں دینی شعور بیدار ہوا، فکر کو جلا ملی، قرآن حکیم اور اُس کی تعلیمات سے آگاہی ہوئی۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں پر واضح کیا کہ یہ تو آغاز سفر ہے۔ ہم کو یہاں سے ایک نیا جذبہ اور ایک

تڑپ لے کر جاتا ہے۔ ہم نے جو علم حاصل کیا، یہ نافع تبھی ہوگا، جب اپنے اپنے علاقوں میں جا کر اسے پھیلائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے اس کورس کا اجراء اس لیے کیا تھا، تاکہ اس کے ذریعے ایسے رجال کار میسر آئیں جو غلبہ واقامت دین کی تحریک کو سپورٹ کریں اور اسلام کو زندہ کرنے کا ذریعہ بنیں۔ لہٰذا عملاً ہمارا کام تو اب شروع ہوا ہے۔ ہمیں اللہ کے دین کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانا ہے۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے، جس کی بابت ہم سے پوچھ ہوگی۔

عمران خان کیانی نے جو مظفر آباد سے کورس میں شمولیت کے لیے آئے تھے، اپنے تاثرات میں سب سے پہلے تو اپنے اساتذہ کا شکریہ ادا کیا اور اپنے ساتھیوں کو کورس کی تکمیل پر مبارکباد دی۔ بعدازاں بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کی مغفرت کے لیے دعا کی۔ انہوں نے کہا کہ میں انہی کے بیانات اور لٹریچر سے تحریک پا کر اس کورس میں شریک ہوا۔ ہمارے اساتذہ کرام نے جس خلوص اور لگن سے ہمیں پڑھایا، وہ قابل ستائش ہے۔ انہوں نے نہ صرف ہمیں تعلیم دی اور ہماری فکری رہنمائی کی، بلکہ ہماری تربیت کا بھی فریضہ انجام دیا۔ انہوں نے اپنے ہم جماعت ساتھیوں پر زور دیا کہ اس کورس کے دوران انہوں نے جو کچھ سیکھا ہے، اُسے اپنی عملی زندگی میں لائیں، اس لیے کہ علم کثرت روایات کا نام نہیں، بلکہ اس سے مراد خشیتِ الٰہی ہے۔

بریگیڈیر (ر) اقبال اعوان نے کہا کہ اس کورس میں میری شمولیت کا محرک بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کی ایک تقریر بنی جس میں انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا تھا کہ ہمارے ہاں اعلیٰ تعلیم رکھنے والے لوگ بالعموم دینی تعلیم سے یکسر محروم رہتے ہیں، مگر انہیں اس کا کوئی احساس ہی نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی یہ بات سن کر میں نے اسی وقت تہیہ کر لیا تھا کہ ان شاء اللہ ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس میں شرکت کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ دوران کورس ہم پر جو انکشافات ہوئے اور ہماری دینی معلومات میں اضافہ ہوا، وہ ہماری کم علمی کا بیّن ثبوت ہے۔ انہوں نے کورس کو بہتر بنانے کے لیے چند تجاویز بھی پیش کیں۔ آخر میں انہوں نے کورس کے انعقاد پر ادارے کی انتظامیہ کا شکریہ ادا کیا۔

طلبہ کے تاثرات کے بعد سٹیج سیکرٹری نے صدر انجمن خدام القرآن ڈاکٹر ابصار احمد کو دعوت دی کہ وہ طلبہ میں اسناد تقسیم کریں۔ چنانچہ باری باری طلبہ کو سٹیج پر بلایا گیا اور انہیں اسناد دی گئیں۔

تقسیم اسناد کے بعد سٹیج سیکرٹری نے امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کو دعوت دی کہ وہ شرکاء کورس سے اختتامی خطاب ارشاد فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد امیر محترم نے شرکاء کورس کو مبارکباد دی کہ انہوں نے رجوع الی القرآن کورس کی تکمیل کی سعادت حاصل کی، اور بقدر ظرف اپنے اساتذہ سے استفادہ کیا۔ انہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ طلبہ کی اس قربانی کو قبول فرمائے، اور جو کچھ اُنہوں نے سیکھا ہے اسے عمل میں ڈھالنے کی توفیق دے اور موجب ثواب بنائے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ علم سے مقصود یہ ہے کہ یہ انسان کی اُخروی نجات کا ذریعہ بنے، علم محض معلومات کا نام نہیں، اصل علم وہ ہے جس سے آدمی میں اپنے اصل مستقبل (آخرت) کو سنوارنے کی فکر پیدا ہو جائے۔ انہوں نے شرکاء سے کہا کہ اس کورس سے آپ کا قرآن مجید سے جو تعلق بنا ہے، وہی تحریک رجوع الی القرآن کا اصل مقصد ہے، جو کہ بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر صاحبؒ نے شروع کی۔ انہوں نے کہا کہ قرآن سے دوری دراصل دین سے دوری ہے، لہٰذا دین سے جڑنے کے لیے نہایت ضروری ہے کہ قرآن سے رشتہ اور تعلق مضبوط کیا جائے۔ قرآن منبع ایمان ہے۔ چاہئے کہ دن رات کے اوقات میں اس کی تلاوت کی جائے۔ اس سے ہمارا ایمان بڑھے گا۔ تلاوت کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اسے سمجھا جائے، تاکہ معلوم ہو کہ اس میں اللہ نے ہمیں کیا احکامات اور تعلیمات دی ہیں۔ پھر یہ کہ قرآن حکیم پر غور وفکر اور تدبر کیا جائے۔ اِس سے سبق اور رہنمائی حاصل کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ اس کورس کے ذریعے آپ لوگ تذکیر بالقرآن کے قابل ہو گئے ہیں، اور یہی ہر مسلمان کے لیے لازم ہے۔ اگر آپ قرآن حکیم کا صرف ترجمہ بھی پیش کر دیں گے تو قرآن کے بنیادی پیغام کا ابلاغ ہو جائے گا۔ اس لیے کہ قرآن کا اساسی پیغام اس کی سطح پر ہے۔ اس حوالے سے قرآن کو بہت آسان بنایا گیا ہے۔ قرآن کا یہ پیغام ایمانیات ثلاثہ پر مشتمل ہے۔ قرآن حکیم کے محض ترجمہ پیش کرنے سے اللہ کا تعارف ہو جائے گا، اُس کی صفات سے آگاہی ہو جائے گی۔ پھر یہ کہ آخرت کا یقین پیدا ہوگا، اور دنیا کی بے ثباتی دلوں میں جاگزیں ہوگی۔ قرآن کی رو سے اصل زندگی آخرت ہے، دنیا کی حیات چند روزہ تو دارالامتحان ہے۔ انسان کی کامیابی یہ نہیں کہ اس کے پاس قارون کی سی دولت آجائے اور وہ ملین ایئر کلب کا ممبر بن جائے، بلکہ اصل کامیابی یہ ہے کہ اِس امتحان زندگی میں سرخرو ٹھہرے اور آخرت میں دردناک عذاب سے بچا کر جنت میں داخل کر دیا جائے۔ پھر یہ کہ قرآن حکیم کے ترجمہ و بیان سے رسالت کی حقیقت سمجھ آئے گی۔ رسول اکرم ﷺ کی دعوت اور غلبہ دین کی جدوجہد اور اس راہ میں دی گئی قربانیوں کا شعور بیدار ہوگا۔ امیر محترم نے کہا کہ قرآن کریم میں ایک طرف عقیدہ کی درستی پر زور ہے، چنانچہ شرک سے اجتناب کی دعوت دی گئی ہے، اور دوسری جانب عمل کا پُر زور تقاضا کیا گیا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ خود بھی دین پر عمل کریں، اور اس دین کی دعوت و اقامت کی جدوجہد میں بھی شامل ہوں۔ جہاد و قتال کا حکم بھی اسی لیے آیا ہے۔ امیر محترم نے شرکاء کورس سے کہا کہ آپ نے قرآن فہمی کے لیے وقت لگایا، یہ اللہ کا آپ پر بہت بڑا فضل ہے۔ اب آپ کی ترجیح یہ ہونی چاہیے کہ اس پر عمل کریں۔ قرآن کا جو پیغام آپ تک پہنچا ہے اُسے آگے پہنچائیں۔ یہی تحریک رجوع الی القرآن کا ہدف ہے۔ یہ تحریک والد گرامی محترم ڈاکٹر صاحبؒ نے شروع کی تھی۔ اس کے لیے ہم سب اُن کے زیر بار احسان ہیں۔ اُن کے احسانات کا شکر ادا کرنے کا ذریعہ بھی یہی ہے کہ اس قرآنی تحریک کو آگے بڑھایا جائے اور قرآن حکیم اور سنت رسولؐ کے نور کو عام کیا جائے۔

اس بابرکت محفل کا اختتام ناظم اعلیٰ انجمن خدام القرآن ڈاکٹر عارف رشید کی دعا پر ہوا۔ دعا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر شیخ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 32 سال، تعلیم ایم اے، ہومیو پیتھک ڈاکٹر، صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لیے پڑھی لکھی فیملی سے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ (بنک اور انشورنس سے وابستہ افراد رابطہ نہ کریں) عمر 35 سے 40 کے درمیان ہو۔ برائے رابطہ: 0321-4220771

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی عمر 23 سال، تعلیم MBA (پنجاب یونیورسٹی) اور بیٹا عمر 32 سال، تعلیم بی اے، برسرِ روزگار کے لیے اُردو سپیکنگ فیملی سے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 042-36655557

پروفیسر فرانسس اے بوائیل نے دوٹوک الفاظ میں کہا کہ

”افغانستان پر حملے کا کوئی جواز نہیں تھا“

عابد اللہ جان کی معرکہ آرا کتاب

"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"

کا قسط وار اُردو ترجمہ

ترجمہ: محمد فہیم

نائن الیون کے پہلے سے طے شدہ حملوں کے فوراً بعد بُش نے فلوریڈا سے بیان دیتے ہوئے ان واقعات کو دہشت گردی سے تعبیر کیا۔ تاہم بین الاقوامی قانون کے تحت دہشت گردانہ کارروائیوں کی عمومی طور پر کوئی قابل قبول تعریف نہیں ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ سٹیٹ ایکٹرز جیسے ریاست ہائے متحدہ امریکہ، اسرائیل، انڈیا اور روس وغیرہ زیادہ قصور وار ہیں، بہ نسبت ان عناصر کے جو انفرادی طور پر اور علیحدہ علیحدہ دہشت گردانہ کارروائیوں میں ملوث ہیں۔ تاہم اس کے بعد بہت جلد اپنے وار لارڈز سے مشورہ کرتے ہوئے بُش نے سٹیج کردہ نائن الیون کو جنگی کارروائی قرار دیا، اور قانونی اور دستوری ایشوز کو خطرے سے دوچار کر دیا۔ یونیورسٹی آف الینائیس (Illinois) میں قانون کے پروفیسر فرانسس اے بوائیل کہتے ہیں: ”روایتی تعریف کے مطابق یہ جنگی کارروائی نہیں تھی۔ جنگی کارروائی تب ہو گی جب ایک مملکت دوسری پر حملہ آور ہو جائے۔ ابھی ایسے شواہد پیش نہیں کیے گئے کہ ریاست افغانستان نے ریاست ہائے متحدہ پر حملہ کیا ہو، یا اس نے کسی ایسے حملہ کی اجازت دی ہو یا اسے جائز قرار دیا ہو۔ حال ہی میں ایف بی آئی کے ڈائریکٹر مُلر اور سی آئی اے کے ڈپٹی ڈائریکٹر نے برسرعام یہ تسلیم کیا کہ ان کو ایسی کوئی شہادت نہیں ملی کہ افغانستان کا کسی بھی طور نائن الیون کے حملوں سے کوئی واسطہ ہو۔ اگر آپ واقعات کے متعلق حکومتی نقطۂ نظر کو درست تسلیم کرتے ہیں تو میرے خیال میں اس پر کافی بحث کی جاسکتی ہے۔ 19 لوگوں میں سے جن پر ان حملوں کی ذمہ داری عائد کی جاتی ہے، 15 کا تعلق سعودی عرب سے ہے مگر اس کے باوجود ہم نے حملہ افغانستان پر کر دیا (نہ کہ سعودی پر) میری رائے میں اس حملہ کا کوئی جواز ہی نہیں بنتا۔“

نائن الیون کا سٹیج کردہ معاملہ کسی بھی جنگی تعریف کے حوالے سے جنگی کارروائی نہیں کہلا سکتا۔ بُش اور اس کی جنگی انتظامیہ نے اسے جنگ اس لیے کہنا شروع کیا، تاکہ وہ ریاستی دہشت گردی کو بروئے کار لا کر افغانستان پر حملہ اور قبضہ کے لیے جواز گھڑ سکے۔ افغانستان پر حملہ کُلی طور پر دہشت گردانہ کارروائی تھی۔ بُش کی دھمکی سے صاف عیاں تھا کہ اُس کے پیش نظر صرف افغانستان نہیں تھا بلکہ وہ ہر اس ملک پر حملہ کرنا چاہتا تھا جو اس کی ”مقدس جنگ“ میں اس کا ساتھ دینے سے انکار کی جراُت کر بیٹھے۔

گارڈا غیستا کنکلی امریکہ کا ایک فری لانس صحافی ہے، جس نے چار سال مشرق وسطیٰ میں کام کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے: ”امریکہ نے قصداً جنگ شروع کرنے کے لیے ناجائز وجوہات گھڑ لیں اور امریکی میڈیا نے اتنی بکواس کر دی، جس سے امریکی عوام کے دلوں میں اتنا خوف بھرا کہ انہوں نے افغانستان پر حملہ کی ناجائز حمایت کر لی۔ لوگوں کو افغان عوام پر ہونے والی دہشت گردی کا کوئی خیال ہی نہ رہا۔ انہیں صرف اپنی سلامتی اور تکلیف سے بچاؤ کی فکر لاحق رہی۔ کیا سوچنے کا یہی طریقہ ہے؟ کیا اس نام نہاد ترقی یافتہ تہذیب کا یہ مائنڈ سیٹ (سوچ) ہے؟۔ یو ایس گورنمنٹ نے بین الاقوامی قانون کی ذرہ برابر پروا نہیں کی۔

> اگر بُش انتظامیہ نائن الیون واقعہ کو محض دہشت گردانہ کارروائی تسلیم کر لیتی، اُسے جنگی کارروائی قرار نہ دیتی تو پھر اُسے طالبان کو اقتدار سے بے دخل کرنے اور افغانستان پر قبضہ کرنے کا موقع نہیں مل سکتا تھا

دراصل اُن کا مقصد انسانی جانوں کی قیمت پر اپنی سلطنت کو نہایت بے دردی کے ساتھ پھیلانا تھا۔“

اگر بُش انتظامیہ نائن الیون واقعہ کو محض دہشت گردانہ کارروائی تسلیم کر لیتی، اُسے جنگی کارروائی قرار نہ دیتی تو پھر اُسے طالبان کو اقتدار سے بے دخل کرنے اور افغانستان پر قبضہ کرنے کا موقع نہیں مل سکتا تھا۔ اس لئے کہ افغان حکومت نے تو ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے خلاف کوئی اعلان جنگ نہیں کیا تھا۔ دہشت گردی کے واقعات کے لیے ملکی اور بین الاقوامی قوانین موجود ہیں، جن کے تحت اس معاملے سے نمٹا جاسکتا تھا۔ Montreal Sabotage Convention ایسا ہی ایک فورم تھا، جس کے امریکہ اور افغانستان دونوں فریق تھے۔ یہ کنونشن بین الاقوامی عدالت انصاف تک رسائی سمیت بہت سے متنازعہ معاملات، جیسے اسامہ کے ملک سے نکالنے کا معاملہ وغیرہ پر کارروائی کرسکتا ہے۔ بُش انتظامیہ نے اس معاہدہ کو بالکل نظر انداز کر کے پھینک دیا اور اسے کبھی زبان پر بھی نہ لایا گیا۔ انھوں نے اس کنونشن اور بارہ دوسرے بین الاقوامی معاہدوں پر جو دہشت گردی کے متعلق تھے، کوئی توجہ ہی نہیں دی۔ جبکہ یہ معاملہ ایک پُرامن اور قانونی طریقہ سے حل کا تقاضا کرتا تھا۔ (جاری ہے)

☆☆☆

بقیہ: دعوتی و تنظیمی سرگرمیاں

غزہ میں اسرائیل کی جانب سے غزہ کی طویل معاشی ناکہ بندی سے بے قرار عوام کے لئے امدادی قافلے پر اسرائیلی حملہ کی ہم پُرزور مذمت کرتے ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ امریکہ یہودی دہشت گردی کی حمایت کرنا بند کرے۔ اُنہوں نے فلسطینی مسلمانوں کو اُن کی جدوجہد پر خراج تحسین پیش کیا۔ انہوں نے مظاہرے کے شرکاء سے کہا کہ ہمارے مسائل کا اصل اور دیرپا حل نظام خلافت کے قیام میں مضمر ہے۔ جب تک ہم خلافت کا نظام قائم نہیں کر لیتے، اغیار اسی طرح ہمارا قتلِ عام کرتے رہیں گے۔ اس موقع پر رفقائے تنظیم اسلامی نے پلے کارڈز اور بینرز اٹھا رکھے تھے، جن پر احتجاجی و مذمتی نعرے اور مطالبات درج تھے۔

الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے نمائندوں کی بڑی تعداد کوریج کے لئے وہاں موجود تھی۔ اجتماعی دعا کے بعد یہ مظاہرہ اختتام پذیر ہوا اور رفقاء امیر حلقہ کی اجازت سے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ (مرتب: محمد یونس)

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

تنا ظیم اسلامی شمالی وجنوبی کوئٹہ کا مشترکہ شب بیداری پروگرام

حلقہ بلوچستان کوئٹہ کے زیرِاہتمام تنا ظیم اسلامی شمالی وجنوبی کوئٹہ کا مشترکہ شب بیداری پروگرام یکم اور 2 مئی 2010ء کی درمیانی شب ابن سینا ہائی سکول نواں کلی میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز مغرب محمد عارف کے درس قرآن سے ہوا۔ انہوں نے سورۃ الملک کے پہلے رکوع کا درس دیا۔ موصوف نے آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں انسان کو آزمائش اور امتحان کے لیے بھیجا ہے، تاکہ وہ دیکھے کہ انسان نیک عمل کر کے اللہ کی رضا حاصل کرتا ہے یا اپنے نفس کو خوش رکھتا ہے؟ انہوں نے تاکید کی کہ ہمیں بندگی رب کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے دن رات ایک کر دینا چاہیے۔ درس قرآن کے بعد رفقاء نے قریبی مسجد میں نماز عشاء باجماعت ادا کی۔ اس کے بعد اجتماعی کھانا ہوا۔ کھانے کے بعد نقیب اُسرہ شہباز ٹاؤن محمد اسحاق نے ''دین اور مذہب میں فرق'' پر اجتماعی مذکراہ کیا۔ جس میں نائب ناظم اعلیٰ نسیم الدین صاحب نے شرکت فرمائی۔ بعد ازاں آرام کا وقفہ ہوا۔ رات تین بجے تمام رفقاء نماز تہجد کے لیے اُٹھے۔ بعض رفقاء نے انفرادی اعمال تسبیحات اور تلاوت قرآن کا اہتمام کیا۔ دوسرے دن 2 مئی باجماعت نماز فجر کے بعد نقیب اسرہ جناح ٹاؤن ذوالقرنین نے درس حدیث دیا۔ اس کے بعد نماز اشراق ادا کی گئی اور پھر ناشتہ کیا گیا۔ بعد ازاں نسیم الدین صاحب نے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی سوانح حیات اور ان کے کارنامے بیان کیے۔ بانی محترمؒ کے احسانات کو بیان کرتے ہوئے وہ آبدیدہ ہوگئے۔ اس موقع پر رفقاء بھی اپنے آنسوؤں پر ضبط نہ کر سکے۔ دعا ہے کہ اللہ بانی محترم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ نسیم الدین صاحب نے رفقاء اور نقباء کو تاکید کی کہ وہ اپنے تمام پروگرام نظام العمل کے مطابق سرانجام دیا کریں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ پروگرام نظام العمل سے ہٹ کر ہوتے ہیں، جس سے مطلوبہ نتائج نہیں نکلتے۔ ساڑھے دس بجے چائے کے وقفے کے بعد ''نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت اور پاکستان'' کے موضوع پر بانی تنظیم اسلامیؒ کی اڑھائی گھنٹے پر محیط مفصل تقریر بذریعہ پروجیکٹر دکھائی گئی۔ ابن سینا ہائی سکول کے پرنسپل مظہر محمود اور ان کے بھائیوں نے ہم سے بھرپور تعاون کیا۔ اللہ اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

(رپورٹ: سلیمان قیوم)

حلقہ بہاولنگر کے زیرِاہتمام مظاہرے کی روداد

حلقہ بہاولنگر کے زیرِاہتمام 16 مئی کو دن 10 تا 11 بجے بہاولنگر شہر میں ایک پُرامن مظاہرہ کا اہتمام کیا گیا۔ جس کا عنوان ''حرمتِ رسولؐ کا پاسبان ومحافظ -- نظام خلافت'' تھا۔ حلقہ میں مختلف تنا ظیم کی سطح پر بھی مظاہرے ہوتے ہیں۔ جن میں فورٹ عباس تنظیم اور بہاولپور تنظیم شامل ہیں۔ ان دونوں تنا ظیم کے رفقاء اپنے ہاں مظاہروں میں بھرپور شرکت کرتے ہیں۔ اِس مظاہرے کے لیے شرکاء کو دن ساڑھے نو بجے کمرشل کالج چوک بہاولنگر میں جمع ہونا تھا۔ وقت مقررہ پر کثیر تعداد میں رفقاء جمع ہوگئے تھے۔ 10 بجے کمرشل کالج چوک سے سٹی چوک (جو بہاولنگر شہر کا مشہور چوک ہے) تک ریلی نکالی گئی۔ سٹی چوک میں شرکاء تقریباً ایک گھنٹہ نہایت نظم وضبط کے ساتھ کھڑے رہے۔ انہوں نے بینرز اور پلے کارڈ اُٹھا رکھے تھے، جن پر مختلف عبارتیں درج تھیں۔ سٹی چوک میں ایک گھنٹہ کھڑے ہونے کے بعد امیر حلقہ کی ہدایت پر شرکاء نظم وضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے کمرشل کالج چوک پہنچے۔ جہاں مظاہرے کے اختتام پر امیر حلقہ نے اُن سے مختصر خطاب کیا۔ اس موقع پر مظاہرے کی کوریج کے لیے اخبارات اور الیکٹرانک میڈیا کے نمائندے بھی بڑی تعداد میں موجود تھے۔ مقامی FM ریڈیو کے لیے امیر حلقہ کا انٹرویو بھی ریکارڈ کیا گیا۔ شدید گرمی کے باوجود تقریباً 85 افراد نے مظاہرہ میں حصہ لیا۔ اللہ ہم سب کو اپنی دینی ذمہ داریاں احسن انداز میں نبھانے کی توفیق دے۔ آمین

(مرتب: محمد رضوان عزمی)

تنظیم اسلامی پشاور کے دو اسروں کا مشترکہ ایک روزہ پروگرام

20 مئی 2010ء کو پانچ رفقاء نظام اللہ کی قیادت میں اُسرہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور سعد بن معاذؓ کے ایک روزہ پروگرام، بمقام ہاتھیان کے لیے صبح ساڑھے سات بجے پشاور سے روانہ ہوئے اور تقریباً 2 گھنٹے کی مسافت کے بعد منزل مقصود پر پہنچے۔ بس اسٹاپ پر معتمد حلقہ شیر قادر اُن کے منتظر تھے۔ قیام گاہ پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد تربیتی نشست کا آغاز ہوگیا۔ سب سے پہلے دینی فرائض کے جامع تصور پر گفتگو ہوئی۔ دوپہر کے کھانے کے بعد جامع مسجد راحت آباد میں نماز ظہر ادا کی گئی۔ بعد نماز ظہر جناب وارث خان نے سورۃ البقرہ کی پہلی دو آیات کی روشنی میں مسلمانوں کی دینی ذمہ داریوں پر سیر حاصل گفتگو کی۔ اس خطاب میں تقریباً 50 حضرات نے شرکت کی۔ اس دعوتی پروگرام کے بعد آرام کا وقفہ کیا گیا۔ وقفہ کے بعد وارث خان صاحب جامع مسجد باغ محلہ میں بعد نماز عصر دینی فرائض کے جامع تصور پر گفتگو کی۔ انہوں نے شرکاء کے سامنے تنظیم اسلامی کا تعارف پیش کیا اور بتایا کہ تنظیم اسلامی ایک اصولی اسلامی انقلابی جماعت ہے، جو سب سے پہلے پاکستان اور بالآخر ساری دنیا میں اسلام کا عادلانہ نظام (یعنی خلافت) قائم کرنا چاہتی ہے۔ انہوں نے شرکاء سے اپیل کی کہ اس کام میں ہمارے دست و بازو بنیں۔ 80 حضرات نے دل جمعی سے یہ خطاب سنا۔ مغرب سے ذرا پہلے رفقاء واپس پشاور کے لیے رونہ ہوئے۔

(رپورٹ: محسن حبیب)

تنظیم اسلامی بیبیوڑ کے زیرِاہتمام فہم دین کورس

تنظیم اسلامی بیبیوڑ کے زیرِاہتمام 22 مئی 2010ء بروز ہفتہ بعد از نماز عصر جامع مسجد گندیگار میں فہم دین کورس کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں رفقاء کے علاوہ کثیر تعداد میں احباب نے بھی شرکت کی۔ جناب ممتاز بخت نے ''عباد الرحمٰن کے اوصاف'' کے موضوع پر تفصیلاً روشنی ڈالی۔ بعد از نماز مغرب رفیق تنظیم اسلامی محمد خالد نے دین اور مذہب کا فرق کے عنوان سے لیکچر دیا۔ انہوں نے کہا کہ دین کُل اور مذہب اس کا جُزو ہے۔ خالد صاحب کے لیکچر کی انفرادیت یہ تھی کہ انہوں نے لیکچر کے آغاز ہی میں تمام عنوانات اور سرخیاں ایک ایک کر کے تختہ تحریر پر لکھ دیں اور بعد میں ترتیب وار سمجھائیں۔ نماز عشاء کے بعد ممتاز بخت نے ایک مرتبہ پھر خطاب کیا۔ پروگرام کے آخر میں رفیق تنظیم اسلامی محمد فیصل نے شرکاء کو رات کا کھانا کھلایا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بابرکت پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ واضح رہے کہ حلقہ قرآنی کے سلسلے میں جامع مسجد گندیگار میں ہر جمعرات جناب ممتاز بخت صاحب کا درس قرآن عرصہ دراز سے جاری ہے۔

(رپورٹ: ولی اللہ)

فریڈم فلوٹیلا پر اسرائیلی حملے کے خلاف تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کا احتجاجی مظاہرہ

غزہ میں محصور فلسطینیوں کے لیے امداد لے جانے والے قافلہ فریڈم فلوٹیلا پر اسرائیلی حملے کے خلاف تنظیم اسلامی حلقہ لاہور نے یکم جون بروز منگل بعد نمازِ عصر پریس کلب شملہ پہاڑی میں ایک احتجاجی مظاہرہ کیا۔ چند گھنٹوں کے ہنگامی نوٹس پر کافی تعداد میں رفقاء پریس کلب پہنچ گئے۔ عصر کی نماز کے بعد ناظم مظاہرہ غازی محمد وقاص نے رفقاء کو ہدایات دیں۔ اس موقع پر جماعت اسلامی اور جمعیت علمائے اسلام کے کارکن بھی مظاہرہ کے لئے موجود تھے۔ تنظیم کے اکابرین ڈاکٹر غلام مرتضیٰ اور امیر حلقہ محمد جہانگیر نے دوسری جماعتوں کے اکابرین سے ملاقات کی اور طے ہوا کہ مل جل کر ایک ہی مظاہرہ کیا جائے۔ چنانچہ اس موقع پر جماعت اسلامی کے رہنما امیر العظیم، جمعیت علمائے اسلام کے مولانا امجد خان اور تنظیم اسلامی کے تجمل حسن میر نے دلوں کو گرمانے والی گفتگوئیں کیں۔ تجمل میر نے کہا کہ (باقی صفحہ 16 پر)

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

دینی و عصری علوم کی منفرد دانش گاہ

کُلّیۃ القرآن (قرآن کالج)

(وفاق المدارس سے الحاق شدہ)

بانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

علمِ دین اور فکرِ حاضر کے حسین امتزاج کی ایک منفرد کوشش

بورڈ/یونیورسٹی کی تعلیم کے ساتھ درسِ نظامی کا مکمل نصاب

قیام و طعام کی سہولت موجود ہے

خصوصیات

☆ تجربہ کار، اعلیٰ تعلیم یافتہ مدرسین
☆ قرآنی موضوعات پر خصوصی فکری و عملی رہنمائی
☆ تعلیم و تربیت کا بہترین انتظام
☆ طلبہ کی تخلیقی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے بہترین مواقع
☆ علوم اسلامیہ کے ساتھ جدید علوم یعنی درس نظامی مع میٹرک، ایف اے، بی اے، ایم اے
☆ اسباق وفاق المدارس العربیہ اور لاہور بورڈ کے نصاب کے مطابق
☆ خوبصورت عمارت اور کلاس رومز
☆ کمپیوٹر لیب ☆ بہترین اور مکمل لائبریری
☆ کانفرنس اور مذاکرہ ہال
☆ اسلامی اخلاقیات کی مکمل پابندی
☆ رہائش کے لیے بہترین ہوادار اور روشن کمرے
☆ خوراک حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق
☆ طلبہ کی تدریسی ضروریات پوری کرنے میں معاونت
☆ وقت کا مؤثر استعمال
☆ مواقع تفریح کی فراہمی

شرائط داخلہ

☆ درجہ اولیٰ کے لیے متوسطہ یا مڈل پاس، ثانیہ کے لیے نہم اور اولیٰ پاس اور ثالثہ کے لیے وفاق المدارس سے عامّہ اور بورڈ سے میٹرک پاس ہونا لازمی ہے۔
☆ دیگر تعلیمی اداروں سے کم از کم مڈل
☆ اپنے علاقے کے عالم دین سے یا سابقہ مدرسہ سے تصدیق نامہ
☆ سرپرست کی طرف سے ضمانت نامہ
☆ ٹیسٹ اور انٹرویو میں کامیابی

مقامی و دیگر شہروں کے طلبہ کے لیے درجہ اولیٰ و ثانیہ (میٹرک) اور ثالثہ میں نئے تعلیمی سال کے داخلے جاری ہیں

معلومات داخلہ

☆ نئے سال کے لیے داخلہ کے خواہش مند طلبہ 16 جولائی سے کلیۃ القرآن آفس سے داخلہ فارم اور انٹری ٹیسٹ کے لیے سلیبس وصول کر سکتے ہیں۔
☆ داخلہ کے لیے انٹری ٹیسٹ اور انٹرویو پاس کرنا لازمی ہے۔ 20 ستمبر کو انٹری ٹیسٹ اور انٹرویو ہوگا۔
☆ مزید معلومات کے لیے ناظم اعلیٰ کلیۃ القرآن / ناظم شئون الطلاب قرآن اکیڈمی لاہور سے رابطہ کریں!

دیگر شہروں میں رابطہ مراکز:

- کراچی: قرآن اکیڈمی، DM-55 درخشاں، خیابان راحت، فیز 6، ڈیفنس کراچی فون: 3-5340022(021)
- پشاور: A-18 ناصر مینشن، شعبہ بازار، ریلوے روڈ نمبر 2۔ فون: 2214495 (091)
- ملتان: قرآن اکیڈمی، 25 آفیسرز کالونی فون و فیکس: 6520451(061)
- فیصل آباد: انجمن خدام القرآن، قرآن اکیڈمی روڈ، سعید کالونی نمبر 2۔ فون: 8520869(041)
- اسلام آباد: 31/1 فیض آباد ہاؤسنگ سکیم 1-8/4 فون: 4434438(051)

برائے رابطہ

ناظم اعلیٰ **کُلّیۃ القرآن** (قرآن کالج) 191۔ اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور فون: 35860024-35833637(042)

ذیلی دفتر: **قرآن اکیڈمی** K-36 ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون: 3-35869501(042) فیکس: 35834000(042)، ای میل: irts@tanzeem.org